یااللہ عزوجل الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ یارسول اللہ ﷺ

اہلسنت کا علمی، ادبی ترجمان

فیض عالم

بہاولپور، پنجاب۔ پاکستان



بفیضانِ نظر

مفسر اعظم پاکستان فیض ملت علامہ الحاج

محمد فیض احمد اویسی رضوی علیہ الرحمۃ

مدیر اعلیٰ

صاحبزادہ محمد فیاض احمد اویسی

مدیر

صاحبزادہ محمد عطاالرسول اویسی

مقام اشاعت دارالعلوم جامعہ اویسیہ رضویہ سیرانی مسجد بہاولپور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الصلوٰة والسلام عليك يا رحمة للعالمين صلی اللہ علیہ وسلم

ماھنامہ فیضِ عالم

ماہ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ/

مئی 2014ء

نوٹ: اگر اس رسالے میں کمپوزنگ کی کوئی بھی غلطی پائیں تو برائے کرم ہمیں مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر مطلع کریں تا کہ اُس غلطی کو صحیح کرلیا جائے۔ (شکریہ)

admin@faizahmedowaisi.com

حضور فیضِ ملت مفسرِ اعظم ، مناظر اسلام ، خلیفۂ مفتی اعظم ہند، محسن اہلِ سنت، پیر طریقت رہبر شریعت، حضرت علامہ مولانا الحاج حافظ مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی محدث بہاولپوری نوراللہ مرقدہٗ نے وہابیہ غیر مقلدین کی طرف سے عقائد ومسائل پر اٹھائے گئے اعتراضات کے مدلل ومحقق جوابات پر رسائل تحریر فرمائے جو سالہا سال سے شائع ہو کرامتِ مسلمہ کی رہبری ورہنمائی کر رہے ہیں ان تمام رسائل کو یکجا شائع کیا گیا ہے۔ان کے نام یہ ہیں:

۱۔سنة نبی الکونین فی رفع الایدی الی الاذنین عرف کانوں تک ہاتھ اُٹھانا۔

۲۔المسرة فی وضع الیدین فی الصلوة تحت السرة عرف نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا۔

۳۔غیر مقلدین کی ننگے سر نماز ۴۔رفع یدین ۵۔ٹھنڈی ظہر ۶۔رکعتِ رکوع کی تحقیق ۷۔ہاتھ اُٹھا کر دُعاء مانگنا۔

۸۔جماعتِ ثانیہ کا ثبوت

۹۔فیض الحسن فی الکتابة علی الکفن المعروف کفنی لکھنا۔

۱۰۔النجاة فی تصور النبی فی الصلوة عرف نماز میں تصور رسول ﷺ۔

۱۱۔اذان سے قبل درود وسلام پڑھنا۔

۱۲۔بدمذہب امام کے پیچھے نماز کا حکم۔

۱۳۔بریلوی کے پیچھے نماز کا حکم۔

انہیں خوبصورت انداز میں شائع کرنے کی سعادت شیخ حاجی محمد سرور اُویسی کے حصہ میں آئی آج ہی طلب فرمائیں۔

صراط مستقیم پبلی کیشنز ۶۔۵مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور۔

''تذکرہ امام حفاظ الحدیث سیدنا ابو ہریرہ'' ۔یہ بھی حضور فیضِ ملت علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے۔

اس کتاب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت وفضائل کے حوالے سے بہت کچھ لکھا ہے اس کتاب میں آپ پڑھیں گے،

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت ۔ان کی کثرت روایات ☆ان کا مزاج۔ان کا قوتِ حافظہ ☆عہد رسالت ﷺ سے تا وصال کا مختصر حال اور ان کی سیرت کے بہت سے موتی جن سے آپ اپنی زندگی کو سنوار سکتے ہیں۔

رابطہ کریں :اراکین بزمِ اُویسیہ رضویہ پیپلز کالونی، گوجرانوالہ۔

آہ علامہ مشتاق احمد چشتی و مولانا احمد خان نوری پٹھان: جامعہ غوثیہ درگاہ عالیہ گولڑہ شریف کے شیخ الحدیث علامہ مشتاق احمد چشتی کے انتقال کی خبر آئی ہے۔موصوف جامعہ انوار العلوم ملتان میں ایک طویل عرصہ مسند حدیث کی زینت رہے۔

☆اہلسنت صاحب طرز خطیب حضرت مولانا احمد خان نوری پٹھان (جھنگ)فوت ہوئے ان کا انداز بیان بہت موثر ہوتا تھا۔

علامہ محمدندیم قادری کے والدمحترم: ☆دعوت ذکر مجلس شوریٰ کے رکن محترم علامہ محمد ندیم قادری اُویسی (سرگودھا) کے محترم والد گرامی طویل علالت بعدانتقال کر گئے۔

☆حاجی محمد شریف۔حضور فیضِ ملت مفسرِ اعظم پاکستان نوراللہ مرقدہٗ کے خدمت گار گذار نعت خوان حاجی محمد شریف اُویسی (بہاولپور)فوت ہوئے۔انا للہ وانا الیہ رجعون۔جامعہ اُویسیہ رضویہ بہاولپور میں مرحومین کے لیے فاتحہ خوانی کا اہتمام کیا گیا۔

﴿مزارت مقدسہ کو گرانے والے؟چندتلخ حقائق مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ﴾ یہود وہنود کے آلہ کاروں نے حال ہی میں شام کے علاقہ الرقہ میں بنی کریم ﷺ کے محبوب صحابی حضرت سیدنا عمار بن یاسر اور خیر التابعین محبوب سید المرسلین حضرت خواجہ اُویس قرنی رضی اللہ عنہما کے مزارات مبارکہ کوشہید کیا گیا جس پر دنیا کے کروڑں اہلِ اسلام نے شدید غم وغصہ کا اظہار کیا اور تاحال احتجاج کا سلسلہ جاری ہے۔صحابہ کرام واہلبیت عظام اولیاء کرام کے مزاراتِ مقدسہ کوشہید کرنے کا سلسلہ ابن عبدالوہاب کی تحریکِ وہابیت سے شروع ہوا جنت المعلیٰ و جنت البقیع شریف میں بے شمار مزارات پر بلڈوزر چلائے گئے وہابیت کے اس ظلم ستم سے امت مسلمہ کا سینہ چاک ہے۔

☆۸شوال۱۳۴۴ہجری کا دن تاریخ اسلام کا وہ سیاہ ترین دن ہے کہ جب جنت البقیع میں اہلِ بیت وصحابہ کرام کے مزاراتِ مقدسہ کومنہدم ومسمار کر دیا گیا،امتِ مسلمہ کی خاموشی نے آج دشمنانِ اسلام کو اتنی جرات اور ہمت بخشی کہ یہ نوبت کربلا،بغداد،مکہ اور شام کے مقدس مقامات تک آن پہنچی ہے۔

تاریخِ اسلام کے سیاہ ترین ایام کاذکر کیا جائے تو یومِ انہدام جنتِ البقیع ہمارے دل کو اس طرح رنجیدہ کر دیتا ہے جیسے یہ دل خراش واقعہ آج ہی رونما ہوا ہو۔۱۳۴۴ہجری میں وہابی عقائد کے پیروکار آلِ سعود نے مدینۃ الرسول (ﷺ) پر قبضے

کے بعد اسلام کے تاریخی قبرستان اور اس میں موجود اسلام کی اہم شخصیات کے مزارات کو مسمار و منہدم کر دیا۔ اگر جنت البقیع کی تاراج (بربادی) کے وقت ملت اسلامیہ یک زباں ہو کر اس عظیم اہانت اور توہین پر سراپا احتجاج ہو جاتی تو آج ان اسلامی مقدس مقامات کے دشمنوں کی اتنی مجال نہ ہوتی کہ یہ بغداد، کربلا، شام، مصر، پاکستان اور دیگر ممالک میں اہلِ بیت عظام اور صحابہ کرام اولیاء اللہ کے مزارات کی جانب میلی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھتے۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ مزارات اور قبورِ مقدس کا احترام تمام مکاتب کے درمیان یکساں ہے، کسی بھی غیرت مند مسلمان کا دل ان مقاماتِ مقدسہ کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ تمام عالمِ اسلام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء، دانشور، وارثانِ محراب و منبر اور اہلِ قلم حضرات کی ذمہ داری ہے کہ جنت البقیع میں مسمار و منہدم شدہ مزاراتِ مقدسہ کی تعمیر نو کے لئے ایک بین الاقوامی تحریک کی داغ بیل ڈالیں تا کہ یہ روحانی و معنوی سرمایہ اور آثارِ قدیمہ سے تعلق رکھنے والے اس عظیم نوعیت کے قبرستان کی حفاظت کی جا سکے۔ مملکت شام سوریا میں نواسی رسولِ کریم ﷺ مولا کائنات سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی بہادر بیٹی امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم بہن سیدہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا عمار بن یاسر اور خیر التابعین حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہما کے مزارات پر حملہ کر کے انہیں شہید کرنے والی آئیڈیالوجی کوئی نئی بات نہیں بلکہ اسلام دشمن خوارج و تکفیری عناصر بالخصوص دشمنانِ اسلام گذشتہ صدی میں آل سعود یہ نجدی وہابی کام کرتے رہے ہیں۔ حالانکہ دنیا بھر کے مذہب و تہذیبوں کی طرح اسلام بھی ایک زندہ جاوید مذہب اور مکمل ضابطۂ حیات ہیں سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔ آج بھی دنیا کے مختلف مذاہب اور تہذیبیں بشمول مسلمان اپنا ورثہ محفوظ کر رہے ہیں بلکہ اس کے لئے کوششیں کر رہے ہیں۔ قبلہ اول بیت المقدس کو صیہونیوں کے چنگل سے چھڑانا اور اس کے لئے کوشش کرنا بھی اس لئے ہے کہ قبلہ اول بیت المقدس دینِ حق اسلام کا ہی ورثہ اور مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہے قبلہ اول بیت المقدس کی پامالی تو صیہونیوں کے ہاتھ ہوئی لیکن افسوس صد افسوس حجاز مقدس مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں اسلامی ورثہ اور شعائر اللہ کی پامالی اور انہدام اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے وہابیوں نجدی آلِ سعود کے ہاتھ ہوئی اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ آلِ سعود کی مجرمانہ کردار کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ حجاز کی مقدس سرزمین پر کئی دہائیوں سے قابض آل سعود کے مطلق العنان بادشاہوں کے ورثے کو محفوظ بنانے کے لئے کروڑوں ڈالرز اور ریال خرچ ہو رہے ہیں لیکن اہلِ بیت عظام، صحابہ کرام، اکابرین امت کے صدیوں سے قائم مزارات اور مساجد، مقدس مقامات اسلامی ورثے کو منہدم کر دیا گیا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

سوریا یا مملکت شام کے دارالخلافہ دمشق کے مضافات میں واقع حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور شہر الرقہ میں حضرت سیدنا عمار بن یاسر اور خیر التابعین حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہما کے مزارات پر تکفیری و وہابی نظریات کے حامل القاعدہ النصرہ و طالبان دہشت گردوں کے حملے نے اگر ایک طرف قلب اطہر رسول ﷺ و آل رسول اہلبیت رضی اللہ عنہم کو زخمی کر دیا ہے تو دوسری طرف دنیا بھر میں کروڑوں مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے عالمی احتجاج شروع ہو گیا ہے۔ مزارات مقدسہ پر یزید وقت امریکہ کی ایما پر حملہ کر کے دراصل تکفیری و وہابی نظریات کے حامل القاعدہ النصرہ و طالبان دہشت گردوں نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ یہی دور حاضر کے ماڈرن یزیدیت اور خوارج ہیں کیونکہ تکفیری و وہابی نظریات کے حامل القاعدہ النصرہ و طالبان دہشت گردوں کا یہی گروہ عراق افغانستان اور پاکستان میں بھی مساجد و مقدس مقامات کو خون کی ہولی میں رنگین کر رہے ہیں اور اسی نظریہ وہابیت نے بیسویں صدی کے آغاز میں برطانوی استعمار آل سعود کی شکل میں (حرمین شریفین) مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے مقدس مقامات جنت المعلی اور جنت البقیع میں صحابہ و اہلبیت کرام اور اکابرین امت کے مزارات مسمار کر کے یہاں تک کہ روضہ رسول کریم ﷺ گنبد خضریٰ شریف کی مسماری کے فتویٰ دیئے تھے اور اب بھی انہی گندے فتاویٰ پر عمل درآمد کرنے میں لگے ہوئے ہیں (تفصیل کے لیے حضور فیضِ ملت مفسرِ اعظم پاکستان نوراللہ مرقدہٗ کی کتاب ''اعدائے گنبد خضریٰ'' کا مطالعہ کریں) لیکن عالمِ اسلام میں متوقع شدید ردعمل اور قادیانیوں کی طرح غیر مسلم قرار دیئے جانے کے ڈر سے آل سعود و وہابیوں نے یہ کام روکے رکھا۔ پاکستان کے جید علما و اسکالرز بارہا اس بات کا تذکرہ اپنے لیکچرز میں کر چکے ہیں کہ آل سعود کو روضہ رسول کی تقدس کا کوئی لحاظ نہیں صرف اور صرف حج و رمضان سیزن میں اگر کمائی نہ ہوتی تو آل سعود مکہ و مدینہ کے باقی ماندہ مقامات مقدسہ بھی کب کے مسمار کر چکے ہوتے۔ تکفیری و وہابی نظریات کے حامل القاعدہ النصرہ و طالبان دہشت گردوں کے ہاتھوں سیدہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا عمار بن یاسر اور خیر التابعین حضرت خواجہ اُویس قرنی رضی اللہ عنہما کے مزارات مقدسہ پر حملہ اس وقت ہوا ہے جب تازہ ترین رپورٹوں کے مطابق تحریکِ طالبانِ پاکستان یا ٹی ٹی پی کے سینکڑوں دہشت گرد دمشق میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ اقدام پاکستان کی سیکیورٹی اداروں کی کارکردگی پر ایک سوالیہ نشان ہے اور اگر طالبان کو امریکی آشیرباد کے تحت ریاستی سطح پر دمشق پہنچایا گیا ہے تو یہ بات واضح ہے کہ شام کے مزارات پر حملے کی ذمہ داری براہِ راست ان اداروں کے ذمہ داران پر بھی عائد ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ مزارات پر حملے کے بعد عالمی سطح پر احتجاج جاری ہیں۔ مملکت شام میں گذشتہ سالوں سے جاری شورش دراصل غیر ملکی یلغار

کے اندر رائے عامہ کے جائزوں کے مطابق پاکستان سمیت ۲۹ ممالک سے القاعدہ و طالبان سے منسلک جنگجو فساد بنامِ جہاد کے تحت مشغول ہیں۔ پاکستان سے دمشق کے لئے فساد بنامِ جہاد کے لئے ایک سال پہلے وزیرستان سے جانے والے طالبان و القاعدہ سے وابستہ معروف چیچن کمانڈر روسلان کیلائیو حلب شام کے مقام پر درجنوں جنگجوؤں سمیت پہنچ چکے تھے جس پر برمنگھم سے پاکستانی نژاد برطانوی رکن پارلیمنٹ خالد محمود نے چیخ چیخ کر احتجاج بھی کیا کہ پاکستانی اور برطانوی خفیہ ادارے شامی باغیوں کے لیے ہونے والی بھرتی سے چشم پوشی کر رہے ہیں جس کے نتیجے میں پاکستان اور دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں نوجوانوں کو ضروری تربیت کے بعد دمشق کے محاذ پر امریکی و اسرائیلی مفادات کے لئے بھجوایا گیا۔ ایک سال کی طویل خاموشی کے بعد گذشتہ دنوں ایک بار پھر چونکا دینے والے میڈیا رپورٹس اور تحریکِ طالبانِ پاکستان کے عہدیداروں کی تصدیق کہ ''طالبان دمشق میں بشارالاسد حکومت کے خاتمے کے لئے امریکی امامت میں جہاد کے لئے تازہ دم افرادی قوت بھیج رہی ہیں'' ایک بار پھر اس موضوع کو میڈیا کے ذریعے بازگشت سنائی دی ہے۔ حالانکہ پاکستانی طالبان کی سوریا یا شام میں موجودگی کوئی انہونی بات نہیں سوشل میڈیا اور سریا ٹیوب نامی ایک ویڈیو سائٹ میں دمشق میں ہلاک ہونے والے پاکستانی طالبان کی لاشوں کی ویڈیوز گوگل سرچ پر بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ سوریا میں نام نہاد جہاد اصل میں فساد کی تمام تر نگرانی اور امامت امریکہ بہادر کر رہا ہے کہ جو دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ اور القاعدہ و طالبان اور کیمیائی ہتھیاروں کے بہانے افغانستان و عراق کو تباہ و برباد کر چکا ہے اب یہی امریکہ اپنی ناجائز اولاد اسرائیل کو استحکام دینے کے لئے القاعدہ اور اس کے ذیلی تنظیموں النصرہ اور طالبان جیسے گروہوں کی سرپرستی کر کے اپنے پٹھو عرب ممالک بالخصوص قطر سعودی عرب اور نیٹو کے پلیٹ فارم کا ناجائز فائدہ لینے والے ممالک کی مدد سے امریکی اسلحہ سے لیکر لاجسٹک سپلائی و ڈالرز اور دنیا بھر سے جنگجوؤں کو جہادِ شام کے لئے بھجوا رہا ہے۔ مشرق وسطیٰ میں شام کی جغرافیائی اہمیت سب سے زیادہ اس لئے ہے کہ شام کی سرحدیں لبنان، عراق، ترکی کے علاوہ مقبوضہ فلسطین جولان یا گولان کی پہاڑیوں پر قابض اسرائیل سے بھی ملتی ہیں۔ امریکہ اور اسرائیل نے مشرق وسطیٰ کی باقی عرب ریاستوں کو تو اپنی لونڈی بنا دیا ہے اگر واحد رکاوٹ ہے تو وہ سوریا یا شام ہی ہے۔ امریکہ و اسرائیل اور یورپی یونین کی طرف سے جہادِ شام کی سرپرستی کا مقصد اگر ایک طرف شام میں اسرائیل نواز حکومت کا قیام ہے تو دوسری طرف شام پر قبضہ جمانے کی صورت میں شام سے متصل لبنان میں اسرائیل مخالف مزاحمتی تحاریک اور اسکے طرفدار غزہ فلسطین میں موجود حماس کے خلاف گھیرا تنگ کر کے اپنے ناپاک مقاصد حاصل کرنا ہیں۔ جب آلِ سعود کے وہابی مفتی اور قطر کا

مفتی اعظم قرضاوی اپنے فتوؤں اور جمعہ کے خطبات میں چیخ چیخ کر اور اللہ کے واسطے دے کر امریکہ سے شام یا سوریا میں مجاہدین کے لئے مزید اسلحہ بھیجنے کی فریادیں کرر ہے ہیں اور دوسری طرف نام نہاد مجاہدین کی جنسی پیاس بجھانے کے لئے جہادِ نکاح جیسے فتوے دیکر تیونس مصر و دیگر عرب مما لک سے نوجوان لڑکیاں پہنچار ہے ہیں اس شرمناک فعل نے تحریکِ طالبان کی طرف سے وزیرستان و سوات میں خواتین کی عصمت دری جیسے واقعات سے ایک قدم آگے بڑھ گئے ہیں حالانکہ آج تک ان وہابی مفتیوں کا فلسطین کی حمایت اور اسرائیل کے خلاف ایک فتوی بھی نہیں آیا؟؟ مزید برآں اسلام کے نام نہاد جان لیوا مجاہدین القاعدہ و طالبان کا اب تک ایک بھی بندہ بھی اسرائیل مخالف جہاد فلسطین میں شامل نہیں ہوا اور نہ ہی قبلہ اول کی آزادی کی تحریک میں حصہ لیا؟ القاعدہ و طالبان نے اگر حصہ لیا تو صرف اور صرف عراق افغانستان پاکستان اور اب سوریا یا شام میں امریکی و اسرائیلی مفادات کے لئے پبلک مقامات، مساجد، مقدس مقامات پر خودکش حملے کر کے کلمہ گو مسلمانوں کو خون میں نہلانے کے ساتھ ساتھ مقدس مقامات کی توہین کر کے حتی کہ سوریا یا شام میں القاعدہ کے ذیلی تنظیم النصرہ سے منسلک جہادیوں نے قتل ہونے والے شامی فوجی کا دل چبا کر دورِ جہالت کی تاریخ دہرادی۔

اسی طرح القاعدہ کے ذیلی تنظیم النصرہ کے نام نہاد جہادیوں نے سوریا یا شام ہی میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی قبر کشائی کر کے جسد اقدس کی بےحرمتی کر کے مزارِ اقدس کو مسمار کردیا۔ (جس کی تفصیل فیض عالم کے گذشتہ شماروں میں بیان کی جاچکی ہے) پاکستان میں اپنے آپ کو صحابہ اور اسلام کے ٹھیکیدار کہنے والے سپاہ صحابہ وتحریکِ طالبان کے دہشت گرد اس توہینِ صحابہ پر نہ صرف خاموش رہے بلکہ دراصل امریکی امامت میں جہادِ شام میں عملی حصہ لے کر یا اس جہاد کی حمایت کی یہاں تک کہ سپاہ صحابہ نے پاکستان میں شام کے سفارتخانے پر حملے کے بیانات تک جاری کر کے اس جرم میں شریک رہے ہیں۔

امریکی امامت میں لڑنے والے القاعدہ کے ذیلی تنظیم النصرہ اور سپاہ صحابہ وتحریک طالبان پاکستان کے ان جہادیوں کے اس نام نہاد جہاد اور جنت جانے کے شوق کو حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے کئی دہائیاں پہلے بیان کیا تھا۔

ناحق کے لئے اٹھے تو شمشیر بھی فتنہ   شمشیر ہی کیا نعرۂ تکبیر بھی فتنہ

دریں حالات میں۔ اہلِ سنت کی قیادت نے سپاہ صحابہ وتحریک طالبان پاکستان کے دہشت گردوں کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ صحابہ کرام اور اہلبیت عظام اولیاء کاملین کے مزارات کی بےحرمتی کے لخراش واقعات کے بعد دیگر مقدس مقامات

کے دفاع کے لئے عشق رسول ﷺ جذبے سے سرشارسنی جوان اپنے خون کے آخری قطرے تک دفاع کریں گے۔
القاعدہ کے ذیلی تنظیم النصرہ اورسپاہ صحابہ وتحریک طالبان پاکستان جوکہ وہابی وتکفیری آئیڈلوجی کی حامل ہے جواپنے علاوہ دیگر تمام مسلمانوں کو کافر کہلواکرقتل عام کرتی ہے ان درندہ صفت افراد سے انسانوں کا ناحق خون اورمقدس مقامات کی توہین کوئی انوکھی بات نہیں۔دراصل بوڑھے استعماری برطانیہ نے گذشتہ دوسوسال کے دوران اسلام کے نام پر اسلام کو بدنام کرنے کے لئے دنیا بھرمیں تین فتنے یا عقیدے وآئیڈیالوجی پیدا کرکے اسلام کوبدنام کیا۔ان تین فتنوں میں مشرق وسطی میں آل سعود کے ذریعے فتنہ وہابیت،ایران یا فارس میں فتنہ بہاییت ورافضیت اور برصغیر پاک وہند میں فتنہ قادیئیت یعنی وہابی،بہائی اورقادیانی رافضی فتنوں کے ذریعے چودہ سوسال پہلے مکمل ضابطہ حیات اسلام کودنیا بھرمیں وحشی وبدنمایا پھرعیاش صورت میں پیش کیا حالانکہ یہ تینوں فتنے گذشتہ دوسوسال کی پیداوار ہیں اس موضوع کوصحیح سمجھنے کے لئے قارئین مشہور برطانوی جاسوس ہمفرے کے اعترافات یا لارنس آف عربیہ کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔بوڑھے استعماری برطانیہ کے پیدا کردہ ان تین فتنوں بالخصوص فتنہ وہابیت (القاعدہ اور سپاہ صحابہ وتحریک طالبان پاکستان) کی بعد میں امریکہ واسرائیل نے کھل کرحمایت کی اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔۱۹۸۰ء کی دہائی میں سی آئی اے کے زیراہتمام روس کے خلاف نام نہاد افغان جہاد کے نام پر امریکی سی آئی اے اورضیاءحکومت نے القاعدہ اورسپاہ صحابہ وتحریک طالبان پاکستان کی بھرپور حمایت کی جس کا برملا اظہار سابق امریکی وزیرخارجہ کا اس اقرارِجرم والے خطاب میں بھی ملتا ہے جوسوشل میڈیا میں کافی مشہور ہوچکاہے کہ ہم یعنی امریکہ نے پاکستان کی مدد سے وہابی طرزِفکراور جہاد کی سرپرستی کی اور یہ سلسلہ اب بھی قطر میں طالبان کے دفتر اورامریکہ طالبان یکجہتی کے علاوہ شام یا سوریا میں امریکی امامت میں اسرائیلی مفادات کے لئے جہادِشام میں القاعدہ کے ذیلی تنظیم النصرہ اور سپاہ صحابہ وتحریک طالبان پاکستان کا جہاد میں سلسلہ لینے کا جاری سلسلہ ہے۔نہ جانے پاکستان کے مقتدر ادارے کب تک امریکی ایما پر آستین کے ان سانپ کو جہادی کرائے کے قاتلوں کی صورت میں افغانستان وزیرستان یا شام ودمشق میں بھیج کرامریکی امامت میں جہاد کا فریضہ انجام دیتے رہیں گےاس کا فیصلہ تو آنے والا وقت ہی کرے گا۔لیکن ایک بات ضرور یاد رہے کہ اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ایک دن خارجی ودجالی نظام کا خاتمہ ضرور ہونا ہے اور مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے مشترکہ عقیدے کے مطابق ''اسلامی'' انقلاب بہت جلد آنے والا ہے بقول علامہ اقبال:

دنیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت   ہو جس کی نگہ زلزلہ عالم افکار

بتا رہی ہیں یہ تبدیلیاں زمانے کی
کسی ولی کا یقیناً ظہور ہونا ہے

شعائراللہ کی تعظیم: اسلامی ورثہ جسے قرآن پاک نے شعائر اللہ (یعنی اللہ کی نشانیاں قرار دیا) کی اہمیت اس لئے ہیں کہ اس ورثے کو دیکھ کر لوگ اور آنے والی نسلیں اللہ کے دین کی طرف متوجہ ہو کر تقوی الٰہی اختیار کریں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے صفا و مروہ کی پہاڑیوں کو شعائر اللہ کہہ کر پکارا ہے۔ اسی طرح حجر اسود ظاہراً ایک پتھر ہے لیکن اللہ کے نزدیک اہمیت اتنی ہے کہ ہر حاجی کی خواہش ہوتی ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دیا جائے اور تمام مکاتب اسلام کے ہاں یہ عین عبادت و ثواب ہے۔ کیا حجر اسود کو بوسہ دینے اور چومنے سے خدانخواستہ کوئی شخص بت پرستی و پتھر پرستی کا مرتکب ہو رہا ہے ہرگز نہیں بلکہ حجر اسود کو چومنا اللہ کی ایک نشانی کو چومنا ہے جس سے عقیدۂ توحید میں اضافہ ہوتا ہے یا مزید آسانی کی خاطر اگر کوئی شخص اپنے والدین کے ہاتھ کو عقیدت و عزت کی خاطر بوسہ دیتا ہے تو کیا نعوذ باللہ وہ شرک و بدعت کر کے ماں باپ کو پوج رہا ہے، ہرگز نہیں بلکہ والدین کی عزت و احترام کرتا ہے نہ کہ معبود و خالق کے مقام میں پہنچا رہا ہوتا ہے کیونکہ معبود کے مقام تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اللہ وحدہ لاشریک ولامحدود ہے اور اس کا احاطہ کرنا محال و ناممکن ہے۔

والدین کا احترام عین اسلام اور حکم پروردگار ہے لیکن اپنے آپ کے علاوہ دیگر تمام مسلمانوں کو کافر کہنے والے وہابی اس حقیقت کو سمجھنے کی بجائے ہر چیز حتی کہ والدین کے احترام کو بھی شرک و بدعت قرار دے کر کفر کے فتوے والی فیکٹری سے فتوے دینا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے ظاہری عہد مبارک میں انبیاء کرام اور اولیاء کے قبور کی تعمیر اور ان نیک بندوں کی قبروں پر عمارت یا مزار بنانے کا سلسلہ موجود تھا اور رسول اللہ ﷺ کے ظاہری زمانہ میں صحابہ کرام و انبیاء علیہم السلام و اولیاء عظام کے مزارات پر دعا کے لئے مسلمان جاتے تھے۔ اگر یہ عمل اسلام کے خلاف یا نعوذ باللہ شرک و بدعت ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ہی مسلمانوں کو روک لیتے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوا۔

امام الوھابیہ ابن تیمیہ نے شرک وبدعت کا فتویٰ دیا: اس مسئلہ کو سب سے پہلے ابن تیمیہ کے مشہور و معروف شاگرد ابن القیم نے چھیڑا اور اولیاء کرام حتیٰ کہ انبیاء کرام کی قبور پر عمارت بنانا حرام قرار دیا۔ اور ان کی ویرانی و انہدام کا فتویٰ دیا ہے۔ ابن القیم اپنی کتاب ''زادالمعاذ'' میں لکھتا ہے۔

هَذَا حُكْمُ الْمَشَاهِدِ الَّتِي بُنِيَتْ عَلَى الْقُبُورِ الَّتِي اتُّخِذَتْ أَوْثَانًا وَطَوَاغِيتَ تُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَجُوزُ إِبْقَاءُ شَيْءٍ مِنْهَا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى إِزَالَتِهِ.

یعنی اسی طرح قبروں پر گنبد اور قبے کا بھی حکم ہے کہ جنھیں بت بنا لیا گیا ہے اور اللہ کے علاوہ ان کی پوجا کی جاتی ہے انہیں مٹانے کی قوت ہوتے ہوئے زمین میں ان پر ایک برائی بھی باقی رکھنا ناجائز ہے۔

۱۳۴۴ھ میں جب آلِ سعود نے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے گردونواح میں اپنا پورا تسلط جمایا تو مقدس مقامات، جنت البقیع، صحابہ کرام اور اہلبیت اطہار سے بغض کی وجہ سے ان کے آثار کو صفحۂ ہستی سے محو کر دینے کا عزم کیا اس سلسلے میں انہوں نے مدینہ منورہ کے علماء سے فتوے وغیرہ لئے تاکہ تخریب کی راہ ہموار ہو جائے اور اہلِ حجاز کو جو کہ اس کام کے لئے ہرگز تیار نہ تھے، بھی اپنے ساتھ ملایا جائے۔ اسی بناء پر نجد کے قاضی القضاۃ، سلیمان بن بلیہد کو مدینہ روانہ کیا تاکہ وہ ان کے من پسند فتوے، علمائے مدینہ سے حاصل کرے، اس نے سوالات کو اس طرح توڑ موڑ کر پوچھا کہ ان کا جواب بھی وہابیوں کے نظریئے کے مطابق انہی سوالات میں موجود تھا۔ اس طرح مفتیوں کو یہ سمجھا دیا گیا کہ ان سوالات کے وہی جوابات دیں جو خود سوالات کے اندر موجود ہیں ورنہ انہیں بھی مشرک قرار دے دیا جائے گا اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ سوالات اور جوابات مکہ سے شائع ہونے والے رسالہ (ام القریٰ) ماہ شوال ۱۳۴۴ھ میں منتشر ہوئے۔ وہابی ۱۵ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ کو حجاز پر قابض ہوئے اور ۸ شوال ۱۳۴۳ھ بمطابق اپریل ۱۹۲۶ عیسوی کو جنت البقیع میں موجود مزارات کو منہدم کر دیا۔ اس کے بعد تمام مسلمانوں میں ردّعمل کی شدید لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ سب کو پتہ تھا کہ مدینہ کے علماء سے فتویٰ حاصل کرنے کے بعد اگر چہ ڈرا دھمکا کر ہی کیوں نہ لیا گیا ہو، محبوبانِ خدا کے مزارات کا انہدام اور عمارتوں کی تخریب شروع ہو جائے گی اور ایسا ہی ہوا بھی۔ مدینہ منورہ کے علماء سے فتویٰ لینے اور اسے حجاز میں نشر کرنے کے بعد فوراً صحابہ کرام و اہلِ بیت عظام کے آثار کو اسی سال ۸ شوال کو منہدم کرنا شروع کر دیا۔ اہلِ بیت عظام اور صحابہ کرام کے آثار بطورِ کلی مٹا دیئے گئے۔ جنت البقیع میں صحابہ و اہلبیت کرام کے مزارات کی گراں بہا اشیاء لوٹ لی گئیں اور قبرستان بقیع شریف ایک کھنڈر اور ویرانے کی صورت اختیار کر گیا کہ جسے دیکھ کر انسان لرز جاتا ہے۔ وہابی اور آل سعود اسی سال روضہ رسول کریم ﷺ گنبد خضراء کو بھی منہدم کر کے زمین بوس کرنا چاہتے تھے لیکن جب پوری دنیا میں مسلمانوں کا ردعمل دیکھا تو اپنے آقا بوڑھے استعمار برطانیہ کے مشورے اور اس ڈر سے کہ کہیں پورا عالمِ اسلام وہابیت اور آل سعود کو قادیانیوں کی طرح غیر مسلم نہ قرار دیں۔ روضہ رسول ﷺ کو منہدم تو نہ کیا لیکن آج تک وہابیت اور آل سعود کے تنخواہ دار مطوعے رشرطے (سپاہی) روضہ رسول کی طرف عقیدت اور زیارات کی خاطر آنے والے دنیا بھر کے مسلمانوں کو تنگ کرتے ہیں، اور گنبد خضریٰ کو صاف کرنے کی بجائے اس پر گردوغبار کی گہری تہہ جمع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہابیت دل ہی

دل میں آثار نبوی کے باقی رہنے پر غصہ اتار رہی ہے۔

☆قبروں کی تعمیر کو قرآن کے عام اصولوں سے اخذ کر سکتے ہیں جبکہ اولیاء اللہ کی قبروں کی تعمیر اور حفاظت شعائر اللہ کی تعظیم میں داخل ہے۔ قرآن کریم شعائر اللہ کی تعظیم کو قلوب کی پرہیز گاری اور دلوں پر تقویٰ کی علامت و نشانی قرار دیتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے" وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ٥ "**ترجمہ**:اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔(پارہ،سورۂ حج،آیت۳۲)۔

شعائر اللہ کی تعظیم کا اصل مقصد کیا ہے؟:شعائر شعیرہ کی جمع ہے،جس کے معنی علامت و نشانی ہیں آیت کا مطلب وجود خدا کی نشانیاں بیان کرنا نہیں کیونکہ تمام موجودات عالم اس کے وجود کی نشانیاں ہیں۔اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ جو کچھ اس گلزار ہست و بود میں ہے ان سب کی تعظیم تقویٰ کی علامت ہے۔ بلکہ اس سے مراد اس کے دین کی نشانیاں ہیں۔اسی بناء پر تو مفسرین اس آیت کی یوں تفسیر کرتے ہیں معالم دین اللہ کے دین کی نشانیاں ہیں۔(مجمع البیان، ج۴،ص۸۲)۔اگر قرآن نے صفا و مروہ کے اور اس اونٹ کو جو منیٰ میں قربانی کے لئے لے جایا جاتا ہے،شعائر اللہ میں شمار کیا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ یہ آئین ابراہیم اور دین حنیف کی نشانیاں اور علامتیں ہیں۔ اگر مزدلفہ کو مشعر کہتے ہیں تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ دین الٰہی کی نشانی ہے وہاں پر ٹھہرنا، دین پر عمل اور خدا کی اطاعت کی علامت ہے۔اگر تمام مناسک حج کو شعائر اللہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں تو وہ بھی اسی لئے ہے کہ یہ اعمال دین حنیف اور دین توحید کی علامتیں اور نشانیاں ہیں۔مختصر یہ کہ جو چیز بھی دین الٰہی کی نشانی قرار پائے اس کی تعظیم و تکریم خدا کی بارگاہ میں تقرب و خوشنودی کا باعث بنتی ہے اور یہ ایک امر مسلم ہے کہ انبیاء کرام و اولیاء اللہ، دین الٰہی کی روشن ترین دلیلیں اور بزرگ ترین نشانیاں ہیں،جن کی بدولت دنیا میں دین کا پرچم بلند ہوا اور دین کا بول بالا ہوا۔کوئی بھی منصف شخص ہرگز اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ رسول خدا ﷺ اور صحابہ و اہلِ بیت عظام کا وجود اسلام کی دلیل اور اس کی علامت ہے اور ان کی تعظیم کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ان کے آثار و قبور کی حفاظت کی جائے اور انہیں انہدام و نابودی سے بچایا جائے۔حسب ذیل دو چیزوں کو مدّ نظر رکھنے سے قبور اولیاء کی تعظیم و تکریم کا مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔(الف)اولیاء اللہ اور بالخصوص وہ لوگ جنہوں نے دین اسلام کی سربلندی کے لئے قربانی پیش کی ہو وہ بلاشبہ شعائر اللہ اور دینِ خدا کی نشانیاں ہیں۔(ب)تعظیم کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ان بزرگوں کی وصال کے بعد ان کے آثار و مکتب کی نگہداشت کے ساتھ ساتھ ان کی قبور کی تعمیر، نگہبانی اور حفاظت کیجائے۔اسی لئے تمام قوموں کی عظیم سیاسی اور دینی شخصیات کی قبریں جو ان کے مکتب فکر کی علامت

ہوتی ہیں ایسی جگہوں پر بنائی جاتی ہیں جہاں وہ ہمیشہ محفوظ رہیں اور ان کے مکتب کی یاد تازہ رہے۔ گویا ان کی قبروں کو خرابی سے محفوظ رکھنا ایسے ہی ہے جیسے ان کے وجود اور ان کے مکتب کی حفاظت ہے اور ان کے آثار کو زندہ رکھنے کی علامت ہے۔ اس حقیقت کے ادراک کے لئے ضروری ہے کہ سورۂ حج کی آیت ۳۶ کو پوری توجہ سے بیان کریں۔ بیت اللہ الحرام کے بعض زائرین گھر سے ہی اپنے ساتھ اونٹ کو قربانی کے لئے مکہ لاتے ہیں اور اس کی گردن میں پٹہ ڈال کر قربانی کے لئے مختص کر دیتے ہیں اور اسے باقی اونٹوں سے علیحدہ رکھتے ہیں کیونکہ یہ اونٹ ایک طرح سے خدا سے وابستہ ہو گیا ہے۔ اور خود خدا نے اسے شعائر اللہ میں سے شمار کیا ہے لہٰذا سورۂ حج کی آیت ۳۶ کے مطابق "وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ" کے مطابق اسے موردِ احترام قرار دینا چاہیے مثال کے طور پر لوگ اس پر سوار نہ ہوں اور وقت پر اسے پانی، گھاس وغیرہ ڈالنا چاہیے یہاں تک کہ اس مخصوص مقام پر اسے ذبح کر دیا جائے۔ جب ایک اونٹ منیٰ کی سرزمین پر قربانی کے لئے مخصوص ہونے کی وجہ سے شعائر اللہ میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے لئے مناسب تعظیم ضروری ہوتی ہے تو کیا محبوبِ خدا سرور انبیاء ﷺ، علماء، شہداء اور مجاہدین شعائر اللہ میں سے نہیں ہیں جنہوں نے زندگی میں اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں وقف کر دیا اور اس کی خوشنودی کے لئے دین اسلام کی ایسی خدمت انجام دی کہ خود خدا اور خلق کے مابین وسیلہ قرار پائے اور درحقیقت بشریت نے دینِ خدا کو انہی کے طفیل میں پہنچانا ہے۔ کیا ان کے مقام و منزلت کے لحاظ سے ان کی حیات و ممات میں ان کی تعظیم و تکریم نہ کی جائے؟ اگر کعبہ، صفا و مروہ، منیٰ و عرفات جو مٹی اور پتھر کے سوا کچھ نہیں ہیں دینِ خدا سے ارتباط کی وجہ سے شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ اور ہر ایک کی اپنے موقعہ و محل کے اعتبار سے تعظیم و تکریم ضروری ہے تو بھلا اولیاء اللہ جو دینِ الٰہی کے مبلغ و محافظ ہیں وہ شعائر اللہ میں سے کیوں نہ ہوں اور ان کی تعظیم و تکریم کیوں نہ کی جائے؟ ہم یہاں پر خود وہابیوں کے ضمیر کو منصف قرار دیتے ہیں۔ کیا انبیاء کے شعائر اللہ میں ہونے کے سلسلہ میں کسی قسم کا شک و تردد ہے؟ یا ان کے آثار اور ان سے مربوط اشیاء کی حفاظت کو ان کی تعظیم نہیں سمجھتے۔ ان کی قبروں کی تعمیر اور صفائی کا خیال رکھنا تعظیم و تکریم ہے یا ان کی قبروں کو مسمار کر دینا تعظیم ہے؟ قرآن کریم واضح الفاظ میں ہمیں حکم دیتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے اقرباء سے محبت رکھو۔ ارشاد ہوتا ہے "قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ" (سورۂ شوریٰ پارہ ۲۳) **ترجمہ** : تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔

کیا اہلِ دنیا کی نگاہ میں جن سے یہ آیت مخاطب ہے، خاندانِ رسالت سے محبت و مودت کا ایک طریقہ ان کے مزارات کی تعمیر نہیں ہے؟ حالانکہ دنیا کی تمام ملتوں میں یہ بات پائی جاتی ہے اور سب لوگ قبروں کی تعمیر کو صاحبِ قبر سے اظہار

عقیدت کی علامت قرار دیتے ہیں۔اسی لئے تو عظیم سیاسی و علمی شخصیات کو کلیسا یا معروف مقبروں میں سپرد خاک کرتے ہیں اور ان کی قبروں کے ارد گرد درخت لگاتے ہیں اور پھولوں کی چادریں چڑھا کر اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔لیکن وہابیت کا اصل مسئلہ بغض و عدوات اہلِ بیت عظام اور صحابہ کرام کی انتہا ہے اور یہ انتہا یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ نہ صرف اپریل ۱۹۲۵ء میں وہابیوں آلِ سعود نے مزارات مقدسہ کو منہدم کروایا بلکہ گذشتہ سال بھی خاتون جنت سیدہ بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے منسوب مسجد فاطمہ کو مسمار کر کے آل سعود سے منسوب پارک میں تبدیل کر دیا گیا۔کیا حجاز مکہ و مدینہ کی سرزمین میں آل سعود کے آباو اجداد اور مطلق العنان حکمرانوں کے آثار بنانا عین اسلام اور آلِ رسول کے آثار حتیٰ کہ مساجد عین کفر و شرک ہے؟؟اس سوال کا جواب ہر باضمیر انسان اور مسلمان کو دینا ہوگا۔وگرنہ اسلام کے یہ نام نہاد ٹھیکدار قیامت کے دن رسول کریم روف ورحیم ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔

ان حالات میں ہر مسلمان کا مذہبی و اخلاقی فریضہ ہے کہ (اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر کہہ کر آل سعود کے اس ظلم و جبر کے پالیسی اور کفر کے فتوؤں کی فیکٹریوں جس کی وجہ سے پاکستانی معاشرہ دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ چکا ہے اور اسی تکفیری وہابی فکر و دہشت گردی کی وجہ سے مساجد و بازار تو کیا داتا دربار رحمان بابا و حضرت بری امام حضرت بابا فرید الدین گنج شکر حضرت شاہ عبداللہ غازی کے مزارات تک ان کے بارود بموں کا نشانے بنے ہیں)اس کے خلاف اپنی آواز بلند کرنی چاہئے ورنہ یہ فتنہ اسلامی معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ جائے گا اور پھر بات:''اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چک گئی کھیت''والی بات رہ جائے گی۔جنت البقیع کو آل سعود کے انہدام کرنے سے پہلے اور بعد کے تصاویری مناظر دیکھنے کے لیے نیٹ پر سے قدیم و جدید جنت البقیع شریف کا نقشہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

ایک نظر ادھر بھی: روزنامہ جناح کے مدیر خوشنود علی خان نے ایک اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ پاکستان میں رہنے والے سنی مسلمانوں کی عظیم اکثریت کا تعلق اہلِ سنت و جماعت بریلوی مسلک سے ہے جو پر امن لوگ ہیں اور طالبان اور سپاہ صحابہ/لشکر جھنگوی کے دہشت گردوں سے نفرت کرتے ہیں۔خوشنود خان نے لکھا کہ سنی بریلوی مسلمانوں کی اکثریت کو اپنی سنی بریلوی شناخت کا علم نہیں اور وہ سنی بریلوی اور دیوبندی و سلفی فرقوں میں فرق نہیں جانتے اس لاعلمی کی بدولت عام سنی بریلوی،فرقہ پرست دیوبندی اور سلفی وہابی مولویوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں اور طالبان وسپاہ صحابہ کے پروپیگنڈے کا شکار ہو جاتے ہیں۔خوشنود خان نے لکھا کہ پاکستان کے سنی بریلوی مسلمانوں کی اکثریت کو اندازہ ہی نہیں کہ سعودی امداد یافتہ دیوبندی اور سلفی اقلیت ملک پر قبضے کی تیاری کر چکی ہے۔

(روزنامہ جناح ۲۰۱۴-۰۳-۲۵)

آہ علامہ صاحبزادہ محمداقبال اظہری: اہلِ سنت کے عظیم عالم دین سیف بے نیام حضرت علامہ مولانا محمد خدا بخش اظہر رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے شہزادے خطیب اسلام حضرت علامہ مولانا محمد اقبال اظہری ایم اے (شجاعباد) گذشتہ دنوں داغ مفارقت دے گئے ۔موصوف کی ساری زندگی دین متین کی خدمت میں گذری انجمن طلباء اسلام کے سابق صدر میں سے تھے۔ جمعیت علماء پاکستان کے قائدین میں شمار تھا۔قائد اہلسنت حضرت امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے وفادار ساتھیوں میں سے تھے۔صاحبِ طرز خطیب تھے۔جامعہ اظہر العلوم شجاعباد کے مہتمم تھے بااخلاق ملنسار مہمان نواز تھے۔حضور فیضِ ملت کے شہزادگان نے کہا کہ ان کے انتقال سے اہلسنت عظیم نقصان سے دوچار ہوئے ان کی وفات سے ملت اسلامیہ کا ناقابل تلافی نقصان ہوا۔ان کے ایصال الثواب کے لیے فاتحہ خوانی کا اہتمام ہوا۔

﴿شیطان کا شیطان کون تھا؟﴾

تحریر: ملک اللہ بخش کلیار۔"ماہنامہ فیض عالم"۔ بہاولپور (پاکستان)۔

شیطان کا کام انسان کو برائی کی طرف اکسانا ہے جس وقت شیطان لعین نے اللہ تعالی کی نافرمانی کی اسے کس نے اکسایا تھا؟یعنی شیطان کا شیطان کون تھا؟اسکا جواب بڑا اہم ہے جو قرآن پاک میں ہے۔"وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ" **ترجمہ**: اور بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے۔ (ق۔۱۶)۔

نفس نے شیطان کو اکسایا اور یہی اس کا شیطان ہے معلوم ہوا کہ نفس انتہائی خطرناک چیز ہے جس سے انسان کو خبردار رہنا چاہیے لیکن افسوس کہ انسان حقیقی دشمن کو بھول جاتا اور کمزور دشمن سے مقابلہ کرر ہا ہے جیسا کہ ارشادربانی ہے۔

"اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا" **ترجمہ**: بے شک شیطان کی چالیں حقیقت میں کمزور ہیں۔(النساء۔۷۸)

حقیقت یہی ہے کہ شیطان کے ہتھکنڈے اور اس کے مکرو فریب سب نقش برآب ہیں انسان کا اصلی دشمن نفس ہے جو اس کے اندر موجود ہے اور وہی برائی کی طرف اکساتا ہے۔قرآن پاک میں نفس کے بارے کئی آیات ہیں جن میں نفس کے بارے میں اسکی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔

یہ نفس ہے کیا؟: اہلِ علم کے نزدیک شرک میں رائج تمام بت انسان نے توڑ دیئے مگر اندر کا بت موجود ہا جسے بہت کم لوگ توڑتے ہیں"وہ ہمارا نفس ہی ہے"،نفس کی اس کیفیت کا نقشہ قرآن پاک نے اس طرح کھینچا ہے"اَفَرَءَيْتَ

مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَه هَوٰیهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ" **ترجمہ:** بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا اور اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مُہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے تو کیا تم دھیان نہیں کرتے؟ (الجاثیہ۔۲۳)۔

جو شخص محض خواہش نفس کو اپنا حاکم اور معبود ٹھہرا لے، جدھر اس کی خواہش لے چلے ادھر چل پڑے اور حق و ناحق کے جانچنے کا معیار اس کے پاس یہی خواہش نفس رہ جائے، اللہ تعالیٰ بھی اسے اس کی اختیار کردہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ نہ کان نصیحت کی بات سنتے ہیں، نہ دل سچی بات کو سمجھتا ہے، نہ آنکھ سے بصیرت کی روشنی نظر آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اس کے کرتوت کی بدولت ایسی حالت پر پہنچا دے، کون سی طاقت ہے جو اس کے بعد اس راہ پر لے آئے۔ روئے زمین پر جرم اول قابیل کا ہابیل کو قتل کرنا اسکی اصل وجہ بھی نفس ہی تھا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ سے واضح ہے "فَطَوَّعَتْ لَه نَفْسُه قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَه" **ترجمہ:** پس اسے اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر امادہ کر دیا۔ (المائدہ)۔ ہوسکتا ہے ابتدا میں قابیل کو کچھ جھجک ہوئی ہو مگر نفس امارہ نے خیال پختہ کر دیا اور یہی کیفیت عموماً ہر معاصی کی ابتدا میں ہوتی ہے یہ سچ ہے کہ کائنات میں جس قدر نافرمانیاں ہوتی ہیں ان کے پیچھے شیطان ہے یا نفس اور یہ بھی درست ہے کہ شیطان انتہائی خطرناک دشمن ہے مگر یاد رکھیں نفس تو شیطان سے بھی بڑھ کر سفاک اور خطرناک ہے کبھی فرصت ہو تو غور کر لینا معلوم ہوا کہ شیطان کا شیطان نفس ہی ہے۔

"سورۃ النجم کی آیت نمبر ۲۳" میں فرمایا گیا ہے جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

ترجمہ: وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری وہ تو زرے گمان اور نفس کی خواہشوں کے پیچھے ہیں حالانکہ بیشک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آئی۔

☆ سرور دو عالم ﷺ کی محبوب دعا اے اللہ! میں عاجزی، سستی، بزدلی، بخیلی، بڑھاپے اور قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اس کو پاک کر دے کہ تو اس کا بہتر پاک کرنے والا ہے، تو اس کا آقا اور مولیٰ ہے۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو فائدہ نہ دے، اس دل سے جو تیرے سامنے نہ جھکے، اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو۔ (مسلم)۔

معراج النبی ﷺ اور طئی مکانی و زمانی: حضور فیضِ ملت مفسرِ اعظم پاکستان حضرت

شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد فیض اُویسی نور اللہ مرقدہٗ کی کتاب ''سائنس اور اسلام'' سے اکتساب۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزۂ معراج اپنے اندر نوعِ اِنسانی کے لئے رہتی دُنیا تک کے لئے بہت سے سبق رکھتا ہے۔ وقت کے ایک نہایت قلیل مدت میں مکان ولامکاں کی سیر اور اُسی قلیل ساعت میں کرۂ ارضی کی طرف واپسی عقلِ اِنسانی سے ماوراء ایک ایسا راز ہے جسے کسی دَور کی سائنس اِفشاء نہ کرسکی۔ معجزہ نام ہی اُس فعل کا ہے جو عقلی کسوٹی سے پرکھا نہ جاسکے۔ شبِ معراج حضور ﷺ وقت کی ایک قلیل جزئی میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس پہنچے جہاں موجود تمام انبیاء کرام نے آپ کی اِقتداء میں نماز ادا کی۔ پھر آپ عالمِ بالا کی طرف تشریف لے گئے اور مکان ولامکاں کی حدود کے اُس پار سدرۃُ المنتہیٰ سے بھی آگے ربِ ذوالجلال کی رحمتِ بے پایاں سے اُس کی ملاقات سے شرف یاب ہوئے۔

اربوں نوری سال سے زیادہ وسیع مادّی کائنات کی آخری حدود سے بھی پرے اِس محیر العقول رفتار کا سفر اور سکانِ ارضی کی طرف واپسی، یہ سب کچھ وقت کے محض ایک لمحے میں ہوگیا۔ وقت کا ایک لمحہ آپ پر یوں پھیلا کہ اُس میں یہ طویل عرصہ دراز گم ہوگیا اور جب آپ واپس تشریف لائے تو دروازے کی کنڈی ابھی ہل رہی تھی۔ وضو کا مستعمل پانی ابھی چل رہا تھا یہ سب کیا تھا؟ یہ اللہ ربُ العزت کی قدرت کا ایک نظارہ تھا اور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ایسا جامع معجزہ تھا جسے عقلی و سائنسی بنیادوں پر پرکھنا اور سمجھنا قیامت تک ممکن نہیں کیونکہ فزکس کے تمام قوانین اِسی طبیعی کائنات کی حدود سے متعلق ہیں۔ جب اللہ ربّ العزت کا کوئی فعل طبیعی کائنات کے عام ضابطوں سے ہٹ کر ظاہر ہوتا ہے تو اُسے ہماری عقل/دانش سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔

معجزۂ معراج طئی زمانی و مکانی دونوں کا جامع ہے: اس کا صدور نظریۂ اِضافیت میں ملنے والے وقت کے ٹھہراؤ کی ممکنہ صورت کے برعکس ہوا۔ نظریۂ اِضافیت کے مطابق روشنی کے قریب قریب رفتار سے بھاگنے والے مادّی جسم پر وقت کرۂ ارضی پر معمول کی زندگی کی نسبت اِنتہائی تیزی سے گزر جاتا ہے۔ آئن سٹائن کی دو جڑواں بھائیوں والی مثال میں روشنی کی نصف رفتار سے محوِ سفر خلاباز پر زمینی دس سال دُگنی رفتار سے گزرے جس کی وجہ سے خلاباز کی عمر میں صرف پانچ سال کا اِضافہ ہوا جبکہ اُس کا زمینی بھائی اپنی دس سال عمر گزار چکا تھا، گویا وہ خلاباز بھائی سے پانچ سال بڑا ہو چکا تھا۔

نظریۂ اِضافیت اور مکان۔ زمان کے جدید نظریات کے مطابق ہم نے دیکھا کہ روشنی کے قریب رفتار سے سفر کرنے پر وقت زیادہ تیزی سے گزر جاتا ہے اور ایسا سفر کرنے والا مادّی جسم وقت کی دَوڑ میں پیچھے رہ جاتا ہے جبکہ معراج کے دوران

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت کو پچھاڑ دیا۔ عام روشنی سے ہزاروں گنا تیز رفتار سے سفر کرنے پر بھی آپ وقت کی رَو میں پیچھے رہ جانے کی بجائے آگے تشریف لے گئے۔ یہی آپ کا معجزہ ہے کہ عام سائنسی و عقلی قوانین کے برخلاف نہ صرف روشنی سے زیادہ رفتار حاصل کرلی بلکہ صحیح سلامت سفر کے بعد وقت کے اُسی لمحے میں واپس بھی تشریف لے آئے۔ یہ اللہ ربّ العزت کی قدرتِ کاملہ کا اِظہار تھا جس کی بدولت آپ سے یہ معجزہ صادِر ہوا، چنانچہ اللہ تعالی نے اِس فعل کی نسبت بھی اپنی ہی طرف کی اور فرمایا:

"سُبْحَانَ الَّذِی أَسْرَی بِعَبْدِهِ لَيْلاً"۔ (بنی اسرائیل)

ترجمہ: وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصے میں اپنے (محبوب اور مقرب) بندے کو لے گئی۔

سفرِ معراج میں اِس محیر العقول رفتار سے روانگی کا راز عقلِ اِنسانی میں نہیں سما سکتا۔ یہ اللہ ربّ العزت کی قدرتِ کاملہ ہی کا ظہور تھا جس کی بدولت ایسا ممکن ہوا۔

مکان-زمان (space-time) کے نظریئے میں وقت کی اِضافیت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ مختلف اَفراد یا مختلف مکان پر وقت کا مختلف رفتار سے گزرنا باقاعدہ ایک علمی حیثیت میں تسلیم کیا جا چکا ہے۔ اِضافیتِ زمان پر اللہ ربّ العزت کی آخری وحتمی وحی میں بہت سی آیات موجود ہیں۔ طئ زمانی و مکانی کے ضمن میں آنے والی مثالوں کا تعلق بھی اِضافیتِ زماں ہی سے ہے۔ تاہم یہاں فقیر ان کے علاوہ کچھ اور آیاتِ مبارکہ کا ذِکر بھی کرے گا جن میں واضح طور پر یہ بیان ہوا ہے کہ وقت اور اُس کے گزرنے کی رفتار کی حیثیت محض ہمارے اِدراک تک محدود ہے۔ ہمارا اِدراک ہی وقت کی تعریف کرتا ہے اور یہی اُس کی رفتار کو تیز یا آہستہ قرار دیتا ہے۔ دراصل وقت محض ایک ایسا اِدراک ہے جس کا اِنحصار واقعات کی ترکیب پر ہوتا ہے اور واقعات کی ترتیب ہی وقت کے ایک سلسلے کا باعث بنتی ہے۔

روزِ قیامت۔ اِضافیتِ زمان: قیامت کا دن بھی طئ زمانی ہی کی ایک صورت میں برپا ہوگا، جس میں وقت کے گزرنے کی شرح مختلف ہوگی۔ وہ دن محبوبانِ خدا اور ان کے غلاموں کے لئے محض پلک جھپکنے میں گزر جائے گا اور بعض لوگوں کے لئے ایک ہزار یا پچاس ہزار سال تک طوِیل ہو جائے گا۔ دراصل وقت محض ایک نفسی اِدراک ہے جسے ہر فرد اپنے مخصوص حالات کے پس منظر میں محسوس کرتا ہے۔ اللہ کے برگزیدہ و محبوب بندوں کے لئے وہ دن مشاہدۂ حق کے اِستغراق میں نہایت تیزی سے گزر جائے گا جبکہ دُوسری طرف عام لوگوں پر مشاہدۂ حق کی بجائے کرب و اذیت کا اِحساس

غالب ہوگا، جس کی بدولت اُن کے لئے وہ دِن حسبِ حالت ایک ہزار یا پچاس ہزار سال پر محیط ہوگا۔ مادّی کائنات میں طبیعی قوانین کے تحت روشنی کی رفتار کے تناسب سے تیز رفتاری سے سفر کرنے والے اَجسام پر وقت نہایت تیزی سے گزر جاتا ہے جبکہ مشاہدۂ حق میں مصروف اللہ کے محبوب بندوں پر حالتِ سکون میں ہی وقت یوں گزرتا ہے کہ صدیاں لمحوں میں تبدیل ہوتی دِکھائی دیتی ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ؂

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اُڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

قرآنِ مجید میں روزِ قیامت کے مختلف رفتاروں سے گزرنے کا ذِکر آیا ہے۔ اللہ کے محبوب بندوں پر وہ دِن پلک جھپکنے میں ختم ہو جائے گا، ارشاد فرمایا۔

وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (النحل،۷۷)

ترجمہ: اور قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے ایک پلک کا مارنا بلکہ اس سے بھی قریب، بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

اِسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا۔

وَ مَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ○ (القمر،۵۰)

ترجمہ: اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک مارنا (کہ اُس میں دیر ہی نہیں لگتی)۔

وہی دِن جو اللہ کے محبوب اور اِطاعت گزار بندوں پر پلک جھپکنے میں گزر جائے گا دُوسرے لوگوں پر اُس کی طوالت ہزار برس ہوگی۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ○ (الحج،۴۷)

ترجمہ: (جب عذاب کا وقت آئے گا) تو (عذاب کا) ایک دن آپ کے رب کے ہاں ایک ہزار سال کی مانند ہے (اُس حساب سے) جو تم شمار کرتے ہو۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔

ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ○ (السجدہ،۵)

ترجمہ: پھر اسی کی طرف رجوع کرے گا اس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔

یومِ قیامت کسی پر پلک جھپکنے میں گزر جاتا ہے اور کسی پر وہ ہزار برس کے برابر ہوگا، کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن پر اُس دن

وقت کی رفتار اِنتہائی آہستہ ہوگی اور وہ اُس ایک دن کو پچاس ہزار سال کے برابر خیال کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے نامۂ اعمال اُن کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ عذاب کی وحشت سے اِس قدر دہشت زدہ ہوں گے کہ ایک ایک پل اُن پر اجیرن ہو جائے گا اور وہ ایک دن اُن کے لئے پچاس ہزار برس کے مساوی ہوگا۔

اِرشادِ ربُّ العالمین ہے

تَعْرُجُ الْمَلاٰئِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ O (المعارج،۴)

ترجمہ: (روزِ قیامت وہ وقت ہوگا جب) ملائکہ اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

وقت۔۔۔ اِدراکِ نفسی: روزِ قیامت کی اِضافی حیثیت کے علاوہ بھی قرآنِ مجید میں کچھ آیاتِ مبارکہ میں وقت کی اِضافی حیثیت کا ذِکر ہوا ہے۔ وقت کے اِحساس و اِدراکِ نفسی ہونے کے حوالے سے یہ آیات واضح ہیں۔

اِس دُنیا میں کسی شخص کی پوری زندگی جو اُسے ۷۰،۶۰ سال کی طوِیل تاریخ کے طور پر دِکھائی دیتی ہے، بے حد مختصر ہے اور جب بندہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو وہ سوچے گا کہ اُس کی زندگی تو چند ساعتوں سے زیادہ نہیں تھی۔ ربِ کریم کا ارشاد ہے:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُواْ إِلاَّ سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ O (یونس،۴۵)

ترجمہ: اور جس دن انہیں اٹھائے گا گویا دنیا میں نہ رہے تھے مگر اس دن کی ایک گھڑی آپس میں پہچان کریں گے کہ پورے گھاٹے میں رہے وہ جنہوں نے اللہ سے ملنے کو جھٹلایا اور ہدایت پر نہ تھے۔

موت سے لے کر روزِ آخر جی اُٹھنے تک کے طوِیل ترین دور کے بارے میں حیاتِ اُخروی کی عطا کے موقعہ پر لوگ اپنی موت کے لاکھوں سال طوِیل دورانیہ کو بالکل اصحابِ کہف اور سیدنا عزیر علیہ السلام ہی کی مثل بہت کم وقت خیال کریں گے۔ اِرشاد فرمایا:

يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلاَّ قَلِيلاً O (بنی اسرائیل،۵۲)

ترجمہ: جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اُس کی حمد کے ساتھ جواب دو گے اور خیال کرتے ہو گے کہ تم (دنیا میں) بہت تھوڑا عرصہ ٹھہرے ہو۔

قرآنِ مجید ہماری توجہ اِس طرف بھی دلاتا ہے کہ ہم اپنی زندگی کی بے ثباتی اور اُخروی زندگی کے تناسب سے اس کی بے

وقتی اور محدودیت کو پہچانیں اور اُسے سدا کی زندگی سمجھ کر اپنے مولا کی یاد سے بے نیاز نہ ہو جائیں۔ چند روزہ حیاتِ دُنیوی کو طویل سمجھ کر گناہ اور ظلم میں لت پت زندگی گزارنے والے لوگ بھی قیامت کے روز اپنی تمام زندگی کو محض قلیل ساوقت قرار دیں گے۔ اِرشادِ ربُّ العزت ہے "قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ O قَالَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ O" (المؤمنون، ۲۳:۱۱۲-۱۱۴)۔

ترجمہ: فرمایا تم زمین میں کتنا ٹھہرے برسوں کی گنتی سے۔ بولے ہم ایک دن رہے یا دن کا حصہ تو گننے والوں سے دریافت فرما۔ فرمایا تم نہ ٹھہرے مگر تھوڑا اگر تمہیں علم ہوتا۔

مذکورہ بالا تمام آیات اور قرآنی قصص اِضافیتِ زمان و مکان کی تشریح کرتی دِکھائی دیتی ہیں۔ نیوٹن (1642ء تا 1727ء) سے پہلے زمان و مکان دونوں کو مطلق سمجھا جاتا تھا۔ نیوٹن نے اپنے نظریات میں مکان کی مطلق حیثیت کو تو ردّ کر دیا تھا مگر زمان کی اِضافی حیثیت کے بارے میں وہ کوئی رائے قائم نہ کر سکا۔ بیسویں صدی میں آئن سٹائن نے اپنے نظریۂ اِضافیت میں مکان کے ساتھ زمان کو بھی اِضافی قرار دیا اور یوں اِنسانی علوم کے سفرِ اِرتقاء میں اِس مادّی کائنات کا ہر ذرّہ اِضافی قرار پایا۔ مطلق ہونا مخلوق کی شان بھی نہیں ہو سکتا تھا مطلق العنان وُہی ذاتِ لازوال ہے جو اِس کائنات کی خالق و مالک ہے اور ہم سب اُس کے بندے ہیں اور یہ جمیع اَفلاک اور کہکشائیں بھی اُسی کے اَمر سے ایک دن وُجود میں آئیں اور ایک دن ایسا بھی آئے گا جب یہ سب کچھ نہ ہو گا سو حادث کو مطلق گرداننا کہاں کی دانائی ہے! یہی وجہ ہے کہ خود فزکس ہی کے قوانین اِس تمام عالمِ پست و بالا کو اِضافی اور حادث ثابت کر چکے ہیں۔

قرآنِ مجید اور طئ زمانی: اللہ ربّ العزت کا آخری کلام ہونے کے ناطے جہاں قرآنِ مجید بنی نوعِ اِنسان کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے وہاں وہ ہمیں بے شمار سائنسی حقائق سے آشنا کرتے ہوئے اِس کائنات کے بہت سے سربستہ رازوں سے پردہ سرکاتا بھی دِکھائی دیتا ہے۔ ایک طرف ہم اِکیسویں صدی کی سائنسی پیش رفت اور جدید سائنسی آلات کی معاونت سے کائنات میں چھپے رازوں سے آگہی حاصل کرتے ہیں اور عناصرِ تخلیق کی مختلف تراکیب سے طبیعی دُنیا میں نت نئے قوانین دریافت کرتے ہیں جس سے یہ کائنات نسلِ اِنسانی کے لئے مسخر ہوتی چلی جا رہی ہے تو دُوسری طرف کلامِ مجید اِس دُنیا میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی کچھ ایسی نشانیاں بھی دِکھاتا ہے جو عام طبیعی قوانین کے تحت ہمارے اِدراک میں سما ہی نہیں سکتی تھیں۔

روشنی کی رفتار یا اُس کے قریب قریب رفتار سے سفر کرنے والی مادّی اشیاء پر وقت کا اِنتہائی تیزی سے بہنا تو پچھلی چند

دہائیوں کی تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے۔ قرآنِ مجید اِس کرۂ ارضی پر حالتِ سکون میں پڑے اَفراد پر بھی اللہ کی نشانی کے طور پر وقت کا نہایت تیزی سے گزر جانا بیان کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک اور پہلو ہماری عقل کو چیلنج کرتا دکھائی دیتا ہے۔ زمان و مکان کے اپنی اِضافی حیثیت کی بنا پر کسی خاص فرد کے لئے سکڑ جانے کو اِسلامی لٹریچر کی اِصطلاح میں طیّ زمان وطیّ مکان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اَصحابِ کہف اور طیّ زمانی: آج سے چند ہزار برس قبل دقیانوس بادشاہ کے ظلم سے اپنے ایمان کو بچانے کے لئے اُس دَور کے چند اَفراد شہری آبادی سے ہجرت کرکے گھاٹیوں میں چلے گئے اور اُنہوں نے ایک غار میں قیام کیا، تھکن سے چور تھے اِس لئے جلد ہی آنکھ لگ گئی۔ قرآنِ مجید نے طیّ زمانی کے ضمن میں اُن کا واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ لوگ اُس غار میں تقریباً ۳۰۹ سال تک آرام کرتے رہے۔ صدیوں بعد جب اُن کی آنکھ کھلی تو اُنہیں اِس حقیقت کا اِدراک نہ ہو سکا کہ اُن پر ۳۰۹ سال گزر چکے ہیں بلکہ وہ اپنی نیند کو ایک آدھ دِن سمجھتے رہے۔

قرآنِ مجید اِس محیر العقول واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے:

"قَالَ قَائِلٌ مِّنۡهُمۡ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ قَالُوا لَبِثۡنَا يَوۡمًا أَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ" (الکہف، ۱۹۔۱۸)

ترجمہ: اُن میں سے ایک کہنے والے نے کہا تم (یہاں) کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ اُنہوں نے کہا ہم (یہاں) ایک دن یا اُس کا (بھی) کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔

۳۰۹ سال گزر جانے کے باوُجود اُنہیں یوں محسوس ہوا کہ ابھی ایک دِن بھی پورا گزرنے نہیں پایا اور اُن کے بدن پہلے کی طرح تروتازہ اور ہشاش بشاش رہے۔ طیّ زمانی کی یہ کتنی حیرت انگیز مثال ہے کہ مدتِ مدید تک اَصحابِ کہف اور اُن کا کتا ایک غار میں مقیم رہے اور مرورِ ایام سے اُنہیں کوئی گزند نہ پہنچا۔ قرآنِ حکیم میں اِس مقام کے سیاق و سباق کا عمیق مطالعہ ہمیں اِس حقیقت سے رُوشناس کرتا ہے کہ اَصحابِ کہف تین صدیوں سے زائد اپنے غار میں کھانے پینے اور دِیگر حوائجِ نفسانی سے بے نیاز ہو کر آرام فرما رہے اور اللہ کی رحمت نے طبیعی نظامِ کائنات کو اپنے محبوب بندوں کے لئے بالائے طاق رکھ کر اُن کے جسموں کو گردِشِ لیل و نہار سے پیدا ہونے والے اَثرات سے کلیتاً محفوظ رکھا اور اُن کے اَجسام موسمی تغیرات سے محفوظ و مامون اور صحیح و سالم رہے۔

۳۰۹ قمری سال ۳۰۰ شمسی سالوں کے مساوِی ہوتے ہیں، اِس کا مطلب یہ ہوا کہ کرۂ ارضی کی تین صدیوں کی بہاریں اُن پر گزر گئیں مگر اُن کے اَجسام تروتازہ رہے۔ تین صدیوں پر محیط زمانہ اُن پر اِنتہائی تیز رفتاری کے ساتھ گزر گیا اور وہ

بیدار ہونے پر اُس مدّت کو محض ایک آدھ دِن خیال کرتے رہے۔ یہ اللہ ربّ العزت کی قدرتِ کاملہ کا ظہور تھا جس سے کائنات کے طبعی قوانین کے پیمانے سمٹ گئے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

''وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ'' (الکہف، ۱۸: ۱۷)

ترجمہ: اور اے محبوب تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار سے دہنی طرف بچ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہیں۔

اللہ تعالی کی وہ خاص نشانی جس کا ظہور اُس نے اَصحابِ کہف کی کرامت کے طور پر کیا، یہ ہے کہ اُس نے اپنے مقربین کو ظالم بادشاہ دقیانوس کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے ۳۰۹ قمری سال تک سورج کے طلوع وغروب کے اُصول تک تبدیل کر دیئے اور ''ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ'' کی رُو سے ایک معین نظامِ فلکیات کو سورج کے گرد زمین کی ۳۰۰ مکمل گردشوں تک کے طوِیل عرصے کے لئے بدل دیا اور فطری ضابطوں کو معطّل کئے رکھا۔

صدیوں سے جاری اِنسانی عقل کے سفر میں ایک نہایت اہم سنگِ میل عمومی نظریۂ اِضافیت (GeneralTheoryofRelativity) کے نتیجے کے طور پر ہونے والی جدید سائنسی پیش رفت سے بنی نوعِ اِنسان کا عقلی و سائنسی اِرتقاء ابھی اِس نتیجے پر پہنچا ہے کہ روشنی کی رفتار کے قریب قریب رفتار سے سفر کرنے والے جسم کی کمیّت اُس کی رفتار کے تناسب سے بڑھ جاتی ہے، حجم کم ہو جاتا ہے اور وقت اُس پر تیز رفتاری سے گزرتا ہے جبکہ اِس کے برخلاف مذکورہ بالا قرآنی واقعہ میں اَصحابِ کہف سفر کی بجائے سکون کی حالت میں آرام فرما تھے کہ اُن کے جسم تر و تازہ رہے، اُن کا حجم بھی برقرار رہا اور وقت اُن پر اِنتہائی تیز رفتاری سے گزر گیا۔ اَب یہ سب کیسے ہوا؟ یہ ایک ایسا سوالیہ نشان ہے جس کا جواب موجودہ سائنسی تحقیقات و نظریات کی رُو سے تو ممکن نہیں۔ تاہم آنے والے وقتوں میں مکان زمان (space-time) پر ہونے والی مزید تحقیقات شاید اِس عُقدے کو وَا کر سکیں اور قدرتِ الٰہیہ کا یہ راز بھی عقلِ انسان کو حقائق کی ایک نئی کسوٹی عطا کرے۔

اللہ تعالی نے اپنی خصوصی رحمت سے اَصحابِ کہف کو پُر کیف نیند سُلا دِیا اور اُن پر عجیب سرشاری کی کیفیت طاری کر دِی، پھر اُنہیں ایسے مُشاہدۂ حق میں مگن کر دِیا کہ صدیاں ساعتوں میں تبدیل ہو گئیں۔

سیدنا عزیر علیہ السلام کے لئے طئی زمانی: سیدنا عزیر علیہ السلام اللہ ربّ العزت

کے برگزیدہ انبیاء کرام میں سے ہیں۔ایک روز آپ ایک وِیران اور برباد بستی کے پاس سے گزرے جس کے مکانات منہدم ہو چکے تھے۔اُس وِیرانے کے مُشاہدے کے دوران اُن کے دِل میں یہ خیال وارِد ہوا کہ اللہ تعالیٰ اِس تباہ حال بستی کے مکینوں کو دوبارہ کس طرح زندہ فرمائے گا جن کے جسم مٹی میں مٹی ہو چکے ہیں۔اِس خیال پر اللہ ربّ العزت نے اُنہیں حیات بعد الموت کا نظارہ کروانے کے لئے ایک صدی کے لئے سلا دِیا۔بطورِ مُشاہدہ اُن پر ۱۰۰ سال کے لئے حالتِ موت طاری کر دِی اور بعد اَزاں قدرتِ خداوندی ہی سے وہ زندہ ہوئے اور ایک مکالمے میں اللہ تعالیٰ نے ساری حقیقت اُن پر آشکار کی۔

قرآنِ مجید اِس بارے میں یوں گویا ہوتا ہے:

" فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ مِئَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ " (البقرہ،۲۵۹)

ترجمہ: سو (اپنی قدرت کا مشاہدہ کرانے کے لئے) اللہ نے اُسے سو برس تک مُردہ رکھا، پھر اُسے زندہ کیا۔(بعد اَزاں) پوچھا تو یہاں (موت کے بعد) کتنی دیر ٹھہرا رہا (ہے)؟

ایک صدی تک موت کی آغوش میں سوئے رہنے کے بعد جب حضرت عزیر علیہ السلام کو دوبارہ زِندگی ملی اور اُن سے پوچھا گیا کہ آپ کتنا عرصہ سوئے رہے ہیں؟ تو اُنہوں نے جواب دیا:

" لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ " (البقرہ،۲۵۹)

ترجمہ: میں ایک دن یا ایک دن کا (بھی) کچھ حصہ ٹھہرا ہوں۔

سیدنا عزیر علیہ السلام کے اِس جواب پر اللہ تعالیٰ نے تمام بات کھول کر اُن کے سامنے رکھ دی اور اپنی قدرت کا بھرپور نظارہ کروا دیا۔

"بَل لَّبِثْتَ مِئَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانظُرْ إِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانظُرْ إِلَى العِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا " (البقرہ،۲۵۹)

ترجمہ: نہیں تجھے سو برس گزر گئے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ (کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں) اور یہ اس لئے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اٹھان دیتے پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں۔

اِس آیتِ کریمہ میں جہاں اَصحابِ کہف کی طرح سیدنا عزیر علیہ السلام پر وقت کا اِنتہائی تیز رفتاری سے گزرنا بیان ہو رہا

ہے کہ پوری صدی اُن کے محض ایک دِن میں گم ہوگئی، وہاں اُن کے کھانے پینے کی اشیاء پر تو صدی نے گزرنے میں ایک دن کا وقفہ بھی نہ لگایا۔ اگر وہ صدی اُس خوراک پر حضرت عزیر علیہ السلام والی رفتار کے ساتھ محض ایک دِن میں گزرتی تب بھی کھلی فضا میں پڑا کھانا یقیناً باسی ہو جاتا جبکہ یہاں اللہ تعالی نے اپنی نشانی کے طور پر اُس میں عفونت اور سڑاند تک پیدا نہ ہونے دی۔ یوں اِس ایک واقعہ میں وقت کی دو مختلف رفتاریں موجود ملتی ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ کے نبی کی سواری گدھے کی ہڈیاں بھی گل سڑ کر پیوندِ خاک ہوگئیں۔ ایسا اِس لئے ہوا کہ گدھے پر وقت اپنی اصل رفتار سے گزرا اور ایک صدی گزر جانے کے بعد یقیناً اُسے ختم ہو جانا چاہئے تھا، سو ایسا ہی ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا مُشاہدہ کروانے کے لئے اُس گدھے کو آپ کے سامنے زِندہ فرمایا، اُس کی ہڈیاں اِکٹھی ہوئیں اور وہ زِندہ سلامت کھڑا ہوگیا۔

قرآنِ مجید میں مذکور حضرت عزیر علیہ السلام کی اِس مثال میں بھی طئی زمانی کا ایک منفرد انداز ملتا ہے جس میں ۱۰۰ سال کا عرصہ گزر جانے پر اُن کے مادّی جسم کو کوئی گزند نہ پہنچی اور وہ موسموں کے تغیر و تبدل سے پیدا ہونے والے اَثرات سے محفوظ رہے۔ وقت اُن کے کھانے پینے کی اشیاء پر تو گویا ایک لمحے میں گزر گیا اور اُن کی تر و تازگی میں کوئی فرق نہ آیا لیکن وُہی صدی اللہ کے نبی کے گدھے پر اپنی عام رفتار کے ساتھ کچھ اِس طرح گزری کہ اُس کا نام و نشان تک مٹ گیا، حتیٰ کہ اُس کی ہڈیاں تک بکھر گئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اِحیائے موتی کا نظارہ کروانے کے لئے اُن کے گدھے پر تجلی کی تو ۱۰۰ سالہ مُردہ گدھے کی ہڈیاں اِکٹھی ہوئیں، اُن پر گوشت پوست چڑھ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ قادرِ مطلق نے چشمِ زدن میں حضرت عزیر علیہ السلام کو طئی زمانی اور اِحیائے موتی کے منظر دِکھلا دیئے۔

اَصحابِ کہف کے واقعہ کی طرح یہاں حضرت عزیر علیہ السلام بھی حالتِ سکون میں تھے اور ۱۰۰ سال کا وقت اُن پر محض ایک دِن میں گزر گیا۔ اِس مقام پر بھی مکان زمان (space-time) کے جدید سائنسی نظریات صامت و ساکت ہیں۔ اِن دونوں قرآنی واقعات میں کرۂ ارضی پر حالتِ سکون میں صدیوں پڑے رہنے پر بھی وقت کا صرف ایک آدھ دِن کی صورت میں تیزی سے گزر جانا، کم از کم موجودہ سائنسی نظریات کی وساطت سے اِس کی کماحقہ تشریح ممکن نہیں آنے والا وقت سائنسی تحقیقات میں مزید فروغ کا باعث ہوگا عین ممکن ہے کہ تب مکان زمان (space-time) پر ہونے والی مزید تحقیقات ہمارے لئے اِن قرآنی واقعات کی سائنسی تشریح کو ممکن بنا دیں۔

آہ قاری غلام رسول (لاھور): دنیا اسلام کے عظیم قاری استاذ المجو دین حضرت قاری غلام رسول صاحب لاہور انتقال فرماگئے۔ ایک طویل عرصہ انہوں نے قرآن کریم کی خدمت میں گذارا۔ لحن داودی کے ساتھ جب قرآن

پاک پڑھتے تھے تو زمانہ وجد میں آجاتا تھا۔ جامعہ اُویسیہ رضویہ بہاولپور کے جلسوں میں آتے تھے حضور فیضِ ملت نور اللہ مرقدہٗ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ مدینہ منورہ بھی ان سے ملاقات رہی۔ اللہ تعالیٰ انہیں حبیب کریم ﷺ کا قرب نصیب فرمائے۔ آمین۔

مدینہ شریف کی یادیں

از: محمد فیاض احمد اُویسی۔ مدیر: ''ماہنامہ فیضِ عالم'' بہاولپور۔

عنبریہ میں موجود (پرانا) ریلوے اسٹیشن: مدینہ منورہ میں حاضری کے دوران بارہا دیکھا کہ علاقہ باب عنبریہ میں موجود (پرانا) ریلوے اسٹیشن اور وہاں پر کھڑے گاڑی کے ڈبے پرانی یادیں لئے حاضر کھڑے ہیں ایک بار فقیر اپنے قبلہ والد گرامی حضور فیضِ ملت نور اللہ مرقدہٗ کے ہمراہ وہاں سے گذرا تو آپ نے فرمایا کہ ترکیوں نے زائرین و حجاج کی سہولت کے لیے بے شمار منصوبہ جات میں سے ٹرین کا سلسلہ بھی شروع کیا تھا ایک عرصہ تک دنیا کے مختلف مما لک سے لوگ ٹرین سے حجاز مقدس آتے تھے فقیر کو حجاز ریلوے لائن کے بارے کچھ جاننا تھا کہ نیٹ پر سے اچھی خاصی معلومات مل گئیں جو اپنے قارئین کرام کو پیش کر کے خوشی محسوس کر رہا ہوں آپ انہیں پڑھیں مدینے کی یادیں اپنے دل میں بسائے رکھیں دل نور سے معمور ہوگا بہت مسرور ہوگا۔

حجاز ریلوے لائن اور سلطنت عثمانیہ: رواں دواں ریلوے لائن رک چکی تھی، جو جہاں تھا ٹھہر چکا تھا۔ اس کے مسافر، اس کا عملہ، اس کے نگران جو سب محوِ سفر یا وہ جو اپنی انتظامی ذمے داریوں پر اپنے اسٹیشنوں پر متعین تھے، سب کے سب جوں کے توں تباہ کردیئے گئے۔ جا بجا بکھری یہ تباہ شدہ باقیات اس عظیم حجاز ریلوے کی یاد لیے کھڑی ہیں جو ۱۹۰۶ء سے ۱۹۲۶ء تک دمشق سے مدینہ منورہ تک آتی تھی۔

سرزمینِ حرمینِ شریفین حجاز جب سلطنت عثمانیہ کی عمل داری میں شامل تھا۔ یہاں پر ان کا مقرر کردہ گورنر شریفِ مکہ کہلاتا تھا۔ آخری شریفِ مکہ حسین بن علی تھا جو عرب کے ہاشمی خاندان سے تھا اور جسے ۱۹۰۹ء میں عثمانی سلطان عبدالحمید ثانی نے شریف مکہ نامزد کیا تھا۔ سلطان عبدالحمید ثانی کا بڑا کارنامہ دمشق سے مدینہ منورہ تک حجاز ریلوے کی تعمیر تھی جو شریف مکہ، بدو قبائل اور اونٹوں کے کاروانی مالکوں کی عملی مخالفت اور طویل ترزمینی خدوخال اور موسمی مشکلات کے باوجود ۱۹۰۸ء میں مدینہ منورہ تک مکمل اور رواں دواں ہوگئی۔ تاہم مکہ مکرمہ اور جدہ تک اس کی توسیع میں شریف مکہ اور اس کے حواری بدستور رکاوٹ ڈال رہے تھے تا آنکہ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگِ عظیم چھڑ گئی اور یہ منصوبہ مؤخر ہوگیا۔

۱۹۱۶ء میں شریفِ مکہ حسین بن علی نے برطانیہ کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے تحریک بیداری عرب کے نام پر عثمانی ترکوں کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا اور انگریزوں کی عسکری اور مالی اعانت کے ساتھ لارنس آف عریبیہ کی عملی سرکردگی میں بغاوت کو پروان چڑھا کر سلطنتِ عثمانیہ کی عمل داری کا خاتمہ کرتے ہوئے دمشق سے مدینہ منورہ تک ترکوں کی رواں دواں شہ رگ حجاز ریلوے لائن کو تباہ و برباد کر دیا۔

حجاز ریلوے لائن کے ساتھ سفر: ایک سیاح نے لکھا کہ میں نے مدتوں مدینہ منورہ سے عمان (اُردن) تک حجاز ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ سفر کیا۔ صحرا کی وسعتوں میں عربی کی مانوس آوازوں کو سنتے، کھجور کے درختوں، عربی طرز کے مکانات دیکھتے، صحرا کی اڑتی ریت سے اَٹی ریلوے لائن اور سنگلاخ پہاڑوں کو کاٹ کر بنائی گئی پٹڑی کا مشاہدہ کرتے، ترکی طرزِ تعمیر میں تراشیدہ پتھروں سے بنے چھوٹے بڑے خوبصورت اسٹیشن اور ان سے پرے پیچھے ہٹتے ہوئے ترک فوجی قلعے اور بیرکیں، پٹڑی کے لیے کہیں کہیں بنے تراشیدہ پتھروں کے ترک طرزِ تعمیر کے پل، اس کے ساتھ ہی جا بجا تباہ شدہ ریل کی پٹریاں اور ان پر کھڑی جلی ہوئی زنگ آلود بوگیاں، تباہ شدہ ریل گاڑی کا انجن اور دور جا کر گرے ہوئے ریل گاڑی کے ڈبے، یہ سب عجیب دنیا کا منظر لگتا تھا۔

شہرِ مدینہ منورہ میں بابِ عنبریہ کے ساتھ سیاہ گنبدوں والی خوبصورت عنبریہ مسجد سے ملحق سرمئی تراشیدہ پتھروں سے بنا مدینہ منورہ کا حجاز ریلوے اسٹیشن عربی اور ترکی فنِ تعمیر کا حسین امتزاج ہے اور عثمانی ترکوں کے آخری دم تک طویل دفاعِ مدینہ کی وجہ سے آج بھی اپنی اصلی ہیئت میں محفوظ ریل کی پٹڑی، ڈبے اور انجن سمیت عثمانیوں کی یاد دلاتا ہے۔ حجاز ریلوے کی مدینہ منورہ سے دمشق تک جاتی ریلوے لائن کہیں کچی ریتلی زمین پر بچھی ہوئی اور کہیں پہاڑی اُتار چڑھاؤ میں سے گزرتی ہے لیکن ریگستانی اور پہاڑی دونوں راستوں پر پھیلی یہ ریلوے لائن ہموار اور ستواں ہے۔ گردو پیش ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ ہیں۔ کہیں کسی چھوٹی وادی سے گزرتی اور کہیں خودرو درختوں سے گھرا نخلستان پار کرتی تو کہیں کسی غیر آباد علاقے اور وسیع ویرانے کو عبور کرتی العلا تک پہنچ جاتی ہے۔

جزیرہ نمائے عرب کا قدرتی دفاعی حصار شمال مغرب میں کوہِ لبنان سے شروع ہونے والا وہ پہاڑی سلسلہ ہے جو جنوب میں باب المندب تک اور پھر اس سلسلۂ کوہ پر یہ خط ایک عمود بناتا ہوا ایک دوسرے پہاڑی سلسلے میں سارے جنوبی کنارے پر پھیلتا عمان تک چلا گیا ہے۔ اس کے علاوہ خشک اور بنجر زمین تہامہ ہے جو بحیرہ قلزم کے ساتھ ساتھ چلتی ساحلی میدان کی ایک تنگ پٹی ہے جو پہاڑوں کے ساتھ ساتھ جن کی اونچائی ۴۰۰۰ فٹ تک بلند ہے اور سیدھی ڈھلوان سمندر کی

طرف ہے۔ خلیج عقبہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ان پہاڑوں کی اونچائی ۴۰۰۰ سے ۷۰۰۰ فٹ تک بلند ہے۔ حجاز کے ان ساحلی پہاڑوں کا سیدھا مغربی ڈھلوان صدیوں پہلے نمودار ہونے والے غیر معمولی تغیر و تبدل کے نتیجے میں ہوا جب زمین کی سطح سمندر کے ساتھ ساتھ پھیلتی چلی گئی اور بلند و بالا پہاڑوں کے مغربی حصے بڑے بڑے ٹکڑوں کی صورت میں اس بڑی کھائی میں لڑھکتے، پھر بحیرہ قلزم کی موجوں نے اس کھائی کو بھر کر برابر کر دیا۔

حجاز یہ جبلِ سراۃ کا کوہستانی علاقہ ہے جو یمن سے شام تک پھیلا ہوا ہے۔ اس علاقے میں بے آب و گیاہ پہاڑوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس میں خشک اور ناقابلِ عبور دروں کا ایک جال ہے۔ یہ تمام علاقہ غیر آباد ہے اور اس خاموش صحرا میں بچھی حجاز ریلوے لائن پر وقفوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے اسٹیشنوں کا ایک ٹھہراؤ ہے قدیم حجاز ریلوے کا خوبصورت، مسحور کن نظارہ، اس کا ماحولیاتی حسن اور دیدہ زیب و جاذبِ نگاہ عثمانی طرزِ تعمیر کے دلفریب ریلوے اسٹیشنوں کی ہر چیز ڈحرائی بودوباش کے بدوؤں نے نکال پھینکی اور اسے مالِ غنیمت سمجھتے ہوئے اپنے گھروں کے حفاظتی جنگلوں اور باڑ کے لیے اٹھا لے جاتے رہے۔ اگرچہ گزرتے وقت کی طویل مدت اور موسموں کے تغیر و تبدل نے ان کے حسن کو دھندلا دیا ہے مگر پھر بھی تراشیدہ پتھروں سے بنے جابجا نظر آنے والے یہ شاہکار آج بھی اپنے طرزِ تعمیر میں منفرد ہیں اور اس دور کا عکس پیش کرتے ہیں جب حجاز ریلوے ان کے آگے رواں دواں تھی۔ جابجا ٹوٹی ہوئی ریلوے لائن بارودی دھماکوں اور انسانی ہاتھوں کے ظلم کی تاریخ بتاتی ہے۔ تاہم فولادی پٹریاں اور سلیپر آج بھی اپنے اعلیٰ معیار کا پتا دیتے ہیں۔ ترکی طرز کے قوس در قوس محرابی پل بنیادوں سمیت ٹوٹے پڑے ہیں اور ان کے اوپر لوہے کے سلیپر لٹکتی ہوئی ریلوے لائن کو سہارا دیے ہوئے آج اپنی تاریخی دفاعی جدوجہد کا منظر پیش کرتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ خودرو جھاڑیوں کے علاوہ بچھی پڑی پٹری کے ساتھ سارا ماحول ویران ہے۔ کئی جگہ تباہ شدہ حالت میں گاڑیاں پٹری سے الٹی پڑی ہیں۔ ایک جگہ ایک انجن چار پانچ ڈبوں سمیت کھڑا ہے جس کے مسافر اور عملہ شاید اس کے ساتھ ہی برباد ہوئے اور وقت کی تہ در تہ بدلتی ہوئی رنگت اور اڑتی ہوئی ریت کی لہردار تہوں نے انھیں زیرِ خاک کر دیا۔ خالی ڈبے گواہ ہیں کہ ان کا مال و اسباب بدوؤں کے ہاتھوں لٹ گیا۔ حجاز ریلوے کا ایک انجن اپنے انجام پر نوحہ کناں مدینہ منورہ جاتے مسافروں کی بے نشان قبروں پر لوحِ قبر بنا کھڑا ہے۔ پہاڑی راستے ویران ہیں۔ نہ عرب کا صحرائی نشان، نہ رواں دواں اونٹوں کا کارواں، نہ کوئی حدی خواں۔ آسمان کی فضا میں کوئی پرندہ بھی نہیں اڑتا۔ صرف خودرو جھاڑیاں اور سنگلاخ چٹانیں سر اٹھائے کھڑی ہیں۔ مدینہ منورہ کے ریلوے اسٹیشن سے شمال کو نکلتی مدتوں سے ویران پڑی ریلوے لائن جوں جوں آگے بڑھتی ہے اس کی ویرانیوں اور تنہائیوں

میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔تباہی و بربادی کا پہلا نشان ابوالنعم ریلوے اسٹیشن کے قریب ریلوے لائن پر ڈائنامائیٹ شدہ گاڑیوں کے آثار سے ملتا ہے جو بڑھتے قدموں کوروک لیتے ہیں۔اس سے آگے چلتے ہوئے ہدیہ ریلوے اسٹیشن کے قریب کھلا ہلکا نیلگوں آسمان اوراس کے نیچے دائیں بائیں آگے پیچھے حدِ نگاہ تک بچھا ہوا صدیوں سے ٹیالی مٹی کی تہوں سے آراستہ میدان جہاں گہرے بھورے رنگ کی سیاہی مائل پہاڑیاں پیچھے ہٹتی ہوئی کھڑی ہیں۔ایک قوی ہیکل فولادی انجن اپنے بائیں پہلو پر الٹا پڑا ہے۔اس کے پیچھے ریل کے جلے ہوئے ڈبے کھڑے ہیں۔

العلا سے سولہ کلومیٹر پہلے حجاز ریلوے لائن ایک کُھلی پُر فضا وادی میں سے گزرتی ہے یہاں آج بھی ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ تھوڑے فاصلے پر جلی ہوئی زنگ آلود لائنوں کے ٹیڑھے میڑھے حصے اور ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں۔جب کہ پاس ہی ایک تباہ حال ڈائنامائیٹ شدہ انجن ریت میں دبا سیدھا کھڑا ہے۔اس کے آثار آج بھی انمٹ ہیں۔انجن کے پچھلے حصے کی فولادی زنگ آلود سطح کو طاقتور دھماکے نے ادھیڑ کرر کھ دیا ہے اور یہ آج بھی اپنے ساتھ جلی ہوئی زنگ آلود گاڑیوں کے ساتھ اُڑتی ریت کے تھپیڑے کھا رہا ہے۔یہاں سے ۳۴ کلومیٹر آگے کُھلتی وادی کی تنہائیوں میں دلکش پیلے پتھروں سے بنا السرا (Alswarah) کا خوبصورت اسٹیشن اپنی تین عمارتوں کا جھرمٹ بنائے حجاز ریلوے لائن کے متوازی ویران پڑا ہے۔جوں جوں العلا کی طرف بڑھتے ہیں اونچے پہاڑ پیچھے ہٹتے اور وادیاں اور میدان پھیلتے جاتے ہیں۔عذابِ الٰہی کے آثار ایک ایک کر کے ماحول کو تاریخی تصورات میں گھیر لیتے ہیں۔کھلی وسیع وادی میں ریلوے لائن سیدھی بچھی چلی جاتی ہے۔لہراتی ہواؤں نے اس پر لہر در لہر ریت کی تہیں بچھا دی ہیں۔کبھی یہ پہاڑ پھٹے تھے، زمین پھٹی تھی۔العلا کے نواح میں اونچے پہاڑ بے قطار پھٹتے چلے گئے۔مدائن صالح سے ۲۵ کلومیٹر پہلے سراوت پہاڑوں کی چوٹیوں کے درمیان تنگ ہوتی وادی آگے کی طرف پھیلتی اور کھلتی جاتی ہے۔یہاں تیرھویں صدی عیسوی سے العلا اپنی نمایاں شناخت رکھتا ہے۔یہاں مٹی کی اینٹوں سے بنے گھروں کے قدیم شہر کے آثار بیسویں صدی کے آغاز سے ویران پڑے ہیں۔العلا کا میٹھے پانی کا چشمہ آج بھی رواں دواں ہے۔جہاں مقامی عرب بدو آج بھی قہوہ پیتے اور گئے وقتوں کی یاد دہراتے ہیں۔یہاں کے ماضی کے بارے میں ان کی ہر بات حرفِ آخر ہے۔العلا کے اردگرد ماحول شاداب ہے۔پھلوں کا ایک نخلستان اور وادی ام القریٰ اس کا نام ہے۔العلا حجاز ریلوے اسٹیشن کا ایک اہم اسٹیشن تھا۔یہاں ریلوے کے تباہ شدہ آثار آج بھی موجود ہیں۔العلا کے اسٹیشن پر آج بھی ایک گاڑی کھڑی ہے۔وادی ام القریٰ میں العلا کا نخلستان مدینہ منورہ اور تبوک کے درمیان صدیوں سے رواں دواں کاروانی راہ گزر پر واقع تھا۔اگرچہ ۱۰۵ء میں رومنوں نے بحیرہ

قلزم کے ساحلی راستے کو اپنایا اور اس طرح ۵۰۰ سال تک العلا کی کاروانی رونقیں ماندر ہیں۔تاہم ۶۲۰ ءمیں اسلام کی آمد کے اور احکامِ حج کی بجا آوری کے لیے اس نخلستان میں کاروانِ حج کی آمدورفت سے پھر بہار لوٹ آئی۔حجاز ریلوے کے ہر اہم اسٹیشن کی طرح العلا ریلوے اسٹیشن بھی گاڑی کے ٹھہرنے کے پلیٹ فارم اور اہم عمارات پر مشتمل ٹکٹ آفس ،اسٹیشن ماسٹر کا گھر ،۵۰ فوجیوں پر مشتمل قلعہ نما دفاعی استحکام ، پانی کا بلند ذخیرہ ٹینک اور ہوا چکی مدتوں سے ویران پڑے مدینہ منورہ کو جاتی حجاز ریلوے کی راہ تک رہے ہیں۔ العلا دمشق سے ۹۸۰ کلومیٹر دور ترک فوج کا انفنٹری ہیڈ کوارٹر بھی تھا۔ مدائن صالح کی طرف بڑھتی ریلوے لائن آہستہ آہستہ ایسے پہاڑوں کے درمیان جانکلتی ہے جنھیں دیکھ کر گزرے عذاب کا تصور واضح ہو جاتا ہے۔ یہ پہاڑ سیدھے اور بلند ہیں۔ العلا سے مدائن کا راستہ انسان کو حیران کر دیتا ہے۔ اونچے پہاڑ قطار در قطار کھڑے ہیں۔ بعض پہاڑوں کے پھیلاؤ کے بجائے ان کی بلندی نظر کو کھینچ لیتی ہے۔لگتا ہے جیسے قوی جسامت کے بھاری بھرکم منار نصب ہیں یا قدرتی کاٹ تراش سے آراستہ دفاعی قلعے یا معبد ہیں۔ سنگلاخ چٹانوں کے ایک ویران شہر کا تصور ابھرتا ہے۔ یہ مدائن صالح الحجر ہے۔ یہ قومِ ثمود کا مسکن ہے جنہوں نے پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر گھر بنائے۔ جنھیں اپنی طاقت اور پائیداری پر ناز تھا۔الحجر کے نام سے مذکورہ پہاڑوں کو کاٹ تراش کر بنا ہوا قومِ ثمود کا یہ سنگی شہر جس کی پائیداری پر اس قریہ کے لوگ نازاں تھے،شدید عذابِ الٰہی سے نشانِ عبرت بن گیا۔مدائن صالح الحجر بلند پہاڑی سرزمین پر پھیلا شہر موٹی کھردری ریت اور تہ در تہ جڑے اخروٹی رنگ کے ریتلے پتھروں کے میدان میں قدیم نبطی تہذیب (Nabiataens) کا مسکن اور احوال و آثار کے حوالے سے سرزمینِ انبیاء اپنی تمام تر تاریخ سمیٹے ہوئے ہے۔مدائن صالح میں کھڑے حجاز ریلوے کے بچے کُھچے آثار محفوظ ہیں۔شیڈ میں چھت تلے محفوظ ایک طاقتور انجن آج بھی اپنی شناخت لیے کھڑا ہے۔مدینہ منورہ اور تبوک کے درمیان حجاز ریلوے کا یہ سب سے بڑا پڑاؤ تھا۔ریلوے اسٹیشن کی خوبصورت عمارت آج بھی موجود ہے۔ تاہم ریلوے ورکشاپ ویران ہے اور تباہ حال بوسیدہ گاڑیاں کھڑی ہیں۔ ریلوے اسٹیشن کے ساتھ پس منظر میں ایک پرانا ترکی دفاعی قلعہ ٹوٹ پھوٹ چکا ہے۔ یہ قلعہ اس مقدس کنوئیں کے اردگرد تعمیر کیا گیا تھا جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی۔ مدائن صالح سے آگے حجاز ریلوے لائن بنجر پہاڑوں اور کھلتی سمٹتی وادیوں میں سے گزرتی الرجم اور ابو طاقہ کے اسٹیشنوں کو پیچھے چھوڑتی ہوئی آگے بڑھتی ہے۔آگے المطلع کا اسٹیشن ایک ویران ریلوے لائن پر پہرہ دے رہا ہے۔تبوک حجاز کی سرحد پر واقع ایک ایسی سرزمین ہے جسے بڑی بڑی سنگلاخ چٹانوں اور خودرو جھاڑیوں کے سرسبز قطعات اور شکستہ پتھروں کے تودوں نے ڈھانپا ہوا ہے۔اس میں کھجور

کے درخت ہیں اور چشمے ابلتے ہیں اور اسے دونوں جانب سے پہاڑ گھیرے کھڑے ہیں۔قدیم شہر تبوک کے کنارے اور نسبتاً اونچی زمین پر کھجوروں کے جُھنڈ میں گھرا ۱۶۹۴ء میں ترکوں کا بنایا ہوا قلعہ دفاعِ تبوک کی یاد لیے کھڑا ہے۔تبوک میں رسول کریم ﷺ نے مدینہ منورہ سے دور دراز اس مقام پر رومیوں کے خلاف مدینے کا دفاع کیا تھا۔

تبوک سے آگے حجاز ریلوے لائن جبل شرورہ کے دامن کے ساتھ ساتھ حالات عمارات اور قلعات المدورہ سے ہوتی تلالشنم اور وادی رتم سے بطن الغول کی خوفناک ویران جناتی بھول بھلیوں میں کھو جاتی ہے اور چکر در چکر سیدھی چڑھائی چڑھتے چڑھتے اوپر کی طرف باہر نکل کر غدیر الحج سے ہوتی ہوئی صدیوں سے آباد قدیم کاروانی ٹھہراؤ معان پہنچ جاتی ہے۔معان مدینہ منورہ سے آتے ہوئے شمال مغرب میں لگ بھگ ۸۰۰ کلومیٹر اور دمشق سے آتے ہوئے جنوب میں ۴۸۹ کلومیٹر پر حجاز ریلوے کا اہم پڑاؤ تھا۔

سولھویں صدی میں عثمانیوں نے معان (Maan) کے راستے کو بہتر بنایا۔شہر کے بیچوں بیچ ایک قلعہ تعمیر کرایا۔آب رسانی کے پرانے نظام کو پھر سے قابلِ استعمال بنایا۔ یہاں گارے مٹی کے بنے ہوئے گھروں کا قدیم عربی تعمیراتی حسن اور بہتے پانی سے سیراب ہوتے پھلوں کے باغ تھے۔چشموں کے وافر پانی کی نعمت سے فیض یاب اس نخلستان میں لوگ انجیر اور انار اگاتے اور گزرتے کاروانوں کو فروخت کرتے۔شام سے معان تک کے طویل خاموش اور ویران سفر کے بعد جب حج کے کارواں قلعات معان پہنچتے تو شاداب نخلستان کی اس سرزمین پر دو روز کے لیے آرام اور قیام کرتے۔حجاز ریلوے کی داستان اپنے ساتھ بہت سی کہانیاں لیے ہوئے ہے۔زوردار حجاز ریلوے (TheMightyHejazRailway) بلادشام کے قدیم دارالحکومت دمشق سے اپنے آخری پڑاؤ مدینہ منورہ تک آتی تھی۔اولی العزم لوگوں کی محنت اور انجینئرنگ کا یہ عظیم الشان شاہکار آج آثارِ پارینہ بن چکا ہے۔اس کے بچے کُچے آثار مدینہ منورہ سے دمشق تک اپنے عہد کے یادگار نشانات کے طور پر باقی ہیں۔دولتِ عثمانیہ کی حجاز ریلوے کی خاص نشانی سلطان بوگی دمشق کے قدیم ریلوے اسٹیشن پر کھڑی ہے اور اس میں عوامی ریستوران کھلا ہے جبکہ اس کے قریب ہی پرانے زنگ آلود ریلوے انجن اور بوگیاں کھڑی ہیں۔کبھی سوچتا ہوں کہ وہ کیا چیز تھی جس نے ترکی کے مصطفیٰ کمال پاشا کو دینِ اسلام سے متنفر کر دیا اور اس نے پورے ترکی کو ایک لادین ریاست بنا ڈالا۔کیا وہ شروع سے ایک سیکولر ذہن کا مالک تھا؟اگر ایسا نہیں تھا تو پھر اس کے لادین بن جانے میں کہیں اُس دور کے امرائے عرب کی بے وفائی کا ہاتھ تو نہیں۔اگرچہ اس میں نقصان تو مصطفیٰ کمال کا اپنا ہی ہوا، کسی کا کیا بگڑا لیکن تحقیقی ذہن کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے، وہ صرف پیش نظر ہی کو نہیں پس منظر کو بھی دیکھنا ضروری خیال کرتا ہے۔

﴿آپ کے فیضِ عالم بہاولپور کے ۲۵ سال مکمل ہوئے﴾

حضور فیضِ ملت علیہ الرحمۃ کا یادگار جریدہ اہلسنت کا محبوب ترجمان ''ماہنامہ فیضِ عالم'' بہاولپور نے اپنی اشاعت کے ۲۵ سال پورے کئے۔ادارہ اپنے ان قارئین کرام کو مبارکباد پیش کرتا ہے جنہوں نے اس کی اشاعت ہمیشہ تعاون فرمایا۔

☆......☆......☆